

ۛۛۛ
محبت

فیصلہ کن

ہے !

احسن عزیز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



محبت فیصلہ گُن ہے!



احسن عزیزؒ

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ
 الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ لَمْ يَنْبَقِ مِنَ النَّبُوَّةِ إِلَّا النَّبِيُّاتُ قَالُوا وَمَا النَّبِيُّاتُ قَالَ
 الرُّؤُوبُ الْعَالِمَةُ (صحیح بخاری باب التعبير رقم الحديث: ۴۷۵۵)

.....
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا،
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (میرے بعد) نبوت میں سے بجز نبیوات کے کچھ
 باقی نہیں رہے گی۔ (سنن ابی حاتم رضی اللہ عنہم نے) عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!)
 نبیوات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صالح خواب۔

نام کتاب: محبت فیصلہ کن ہے
 مصنف: احسن عزیز شہید
 طبع اول: اپریل ۲۰۱۳ء
 تعداد: ۲۰۰۰
 ناشر: محمد صہیب قرنی، مبشرات، پوسٹ بکس نمبر 10، 126-
 اسلام آباد 0300-5510726
 قیمت: ۲۵۰ روپے

..... ملنے کے پتے

- * مکتبہ سید احمد شہید، 10، انگریز مارکیٹ، اردو بازار لاہور 0423-7228272
- * ادارہ تعلیم القرآن، منصورہ ملتان روڈ، لاہور 0423-5412949
- * کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی
- * دارالاحیاء 3-4، صدف پازہ، نائیک، قصبہ قصہ خوانی بازار، پشاور 0300-5831992
- * یونیورسٹی بک اینجنسی، خیر بازار، پشاور 091-2212534
- 091-2212335
- * مکتبہ عرفان فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی 021-34594144

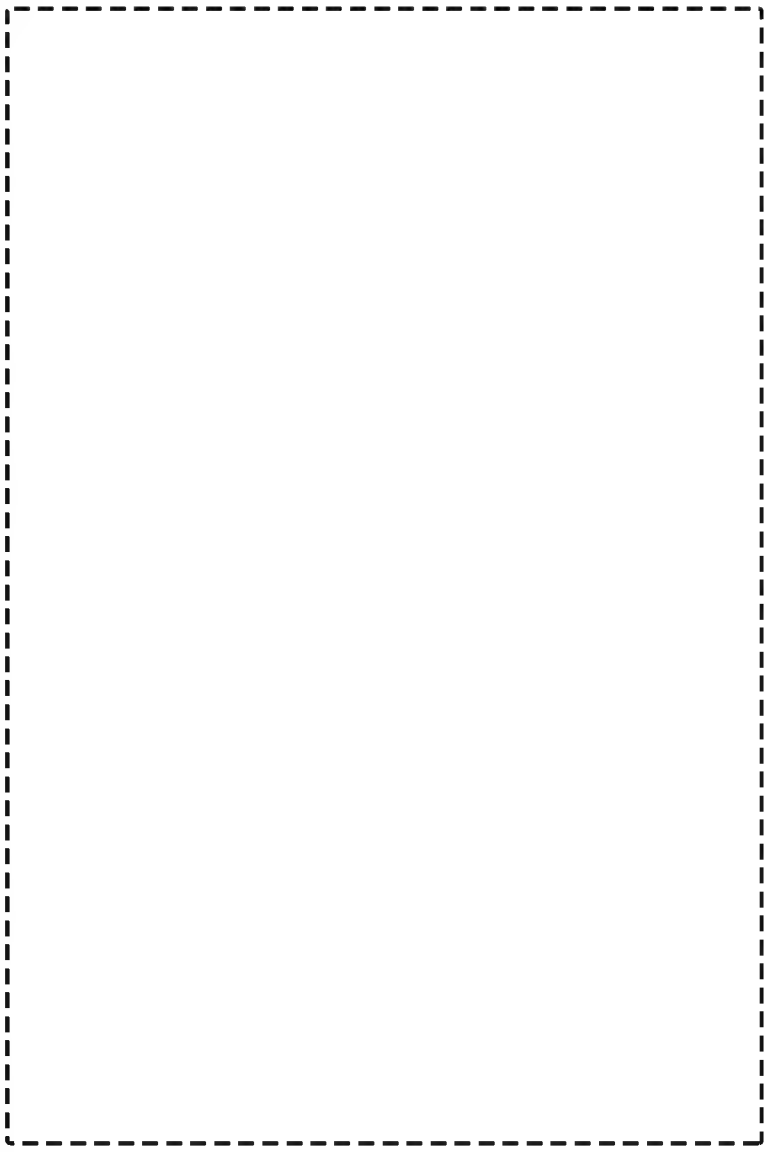
سلام تم پر!

ہدیہ محبت و عقیدت، سپاسِ تشکر، امارتِ اسلامیہ افغانستان میں برسرِ پیکار امیر المؤمنین ملاح محمد عمر مجاہد اور ان عالی عزم غازیوں کے لئے جنہوں نے جہادِ افغانستان ضد الروس (۱۹۷۹ء تا ۱۹۹۲ء) اور جہادِ افغانستان ضد الامریکہ (۱۹۷۹ء) میں اشتراکی و صلیبی افواج کا مقابلہ کر کے پوری امتِ مسلمہ کو کفر کا نوالہ تر بننے سے بچایا اور پوری امت کی طرف سے یہ فرض نبھایا۔

قُبائے نور سے سج کر لہو سے با وضو ہو کر

وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کتنے سرخ رُو ہو کر

(سید نقیس الحسنی)



فہرست

عرض ناشر

۱۱

تقریفات

- ۱۳ حضرت مولانا شیر علی شاہ، دامت برکاتہ
۱۴ حضرت مفتی سید قمر، دامت برکاتہ
۱۵ حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی، دامت برکاتہ
۱۷ ایک حلقہ ذکر میں احسن عزیز شہید کا تذکرہ، از جناب احمد جاوید صاحب
۲۵ پہلی بات... اسی کے نام سب کچھ ہے!

نظمیں

- ۲۹ ۱ مناجات مع عز و جل
۳۴ ۲ فراق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، جَعَلَنِي اللهُ فِدَاہُ
۳۶ ۳ سلام غریب علی سیدنا وقرۃ عینونا
۳۸ ۴ یا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
۴۰ ۵ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۵ ۶ سیدنا حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۶ ۷ محبت فیصلہ گرن ہے!
۵۲ ۸ دیا اک جلا دو!
۵۶ ۹ محلوں کا ارادہ ہے کسی اور جہاں میں
۵۸ ۱۰ دھوپ نکلنے تک اعتبار مت کرنا

۶۰	۱۱	مسافروں کو تراسپاریوں سہارا ہو
۶۲	۱۲	محبت کی ہوا بن کر کرم کے پھول برساؤ
۶۴	۱۳	سردشت لیلے
۶۵	۱۴	بتاؤ کب تک یونہی جیو گے؟
۶۸	۱۵	جنت کی کوئی خوش بو اُس سمت بلاتی ہے
۶۹	۱۶	پھولوں کی طلب ہے نہ گلستاں کے لیے ہے
۷۱	۱۷	امریکی ڈرون حملے
۷۴	۱۸	ملت کی شان
۷۷	۱۹	شہیدی حملے ہیں لا جواب
۷۹	۲۰	مُلّائے افغان
۸۱	۲۱	کوئی تو ہو جو محاذوں پہ اُن کا ساتھی ہو
۸۴	۲۲	بس اپنے خواب تم دے دو!
۹۱	۲۳	زخمِ جدائی
۹۳	۲۴	ملتِ غیور
۹۵	۲۵	مرضِ شناس ہو ملت کے دیدہ و رنگی تو ہو
۹۷	۲۶	پیامِ شہداء — غازیوں کے نام
۱۰۰	۲۷	گستاخِ امریکا
۱۰۳	۲۸	نوحہء خون
۱۰۸	۲۹	آگے بڑھتے جاؤ!
۱۱۰	۳۰	بوسنیا
۱۱۲	۳۱	جرمِ ضعیفی

۱۱۵	۳۲	ایک نظم بادلِ خواستہ
۱۱۷	۳۳	اپنے لوگ
۱۱۸	۳۴	مسلمانانِ ہند اور ہم
۱۱۹	۳۵	ایسٹ انڈیا کمپنی
۱۲۲	۳۶	استسلام
۱۲۴	۳۷	مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں
۱۲۷	۳۸	پیامِ عزائم
۱۲۹	۳۹	شہید
۱۳۲	۴۰	محرکہ
۱۳۳	۴۱	میں تری راہ میں جیون یہ جلانا چاہوں
۱۳۵	۴۲	سراب
۱۳۶	۴۳	ضرورت ہے
۱۳۹	۴۴	این۔ جی۔ او
۱۴۲	۴۵	’انفارمیشن ٹیکنالوجی‘
۱۴۶	۴۶	آلودگی... یاربِ البیت!
۱۴۹	۴۷	اب فکرِ دجال کرو
۱۵۰	۴۸	خادمِ ملٹی میڈیٹل
۱۵۲	۴۹	دعوتِ تبلیغ
۱۵۷	۵۰	پیامِ قندھار
۱۵۹	۵۱	جیت گئے وہ عشق کی بازی جانیں گر چہ وار گئے!
۱۶۰	۵۲	عہد

۱۶۱	۵۳ حدیث دل
۱۶۳	۵۴ مومن
۱۶۵	۵۵ دل والا! پُتھہ حصہ ڈالو
۱۶۷	۵۶ فائدہ منہم
۱۶۸	۵۷ مجھے فردوس جانا ہے!
۱۷۱	۵۸ شام ڈھل نہ جائے یہ مجھ خواب ہو رہیں
۱۷۳	۵۹ ہزار جان سے قرباں میں اُس مسلمان کے
۱۷۴	۶۰ نہ جانے کس کی دعائیں مجھے موصول ہوئیں
۱۷۵	۶۱ تمہیں تو غم ہمارا ہو
۱۸۰	۶۲ تجھ پہ سب کچھ فدا!
۱۸۲	۶۳ ختامہ

عرض ناشر

زیر نظر کتاب ابھی تیاری کے مراحل میں تھی کہ صاحب کتاب انجینئر احسن عزیز کی شہادت کی خبر دل کی دنیا زیروزبر کر گئی۔

کوئی شہید غم کی تار رات دل میں بھر گیا
شہید ہو کے ہاں مگر، نشاط دل میں بھر گیا

ادارہ ”مبشرات“ کا نام احسن عزیز شہیدؒ نے بڑی محبت اور دلسوزی کے ساتھ تجویز کیا تھا۔ امت کی بے بسی اور بے حسی کے سارے غم اپنے حساس دل میں چھپا کر ہمارے سامنے وہ ہمیشہ امید اور خوشخبریوں ہی کی بات کیا کرتے تھے۔ لیکن اپنا یہ احساس اور دل کی تڑپ انھوں نے کبھی بھی پوشیدہ نہیں رکھی کہ دعوت و تبلیغ کے میدانوں سے کہیں بڑھ کر جہاد کے معرکوں میں احکام شرع کی پابندی لازم ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

”میری یہ نگارشات و اشعار ان افراد یا گروہوں کے ترجمان ہرگز نہیں، جن کے ہاتھ معصوم مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوں، اللہ کے گھروں کی حرمت جن کے ہاتھوں پامال ہوتی ہو، اور جو اہل ایمان کے مال و دولت کو بنا کسی استحقاق کے، مال غنیمت قرار دیتے ہوں۔ میں ایسے افراد اور گروہوں کی ترجمانی کرنے والی کتب، رسائل اور ویب سائٹس کو یہ نظمیں شائع کرنے کا حق نہیں دیتا۔ نیز میں ایسے گروہوں کے غیر شرعی اعمال سے بری ہوں۔“

اب جبکہ وہ اپنی غایت رغبت یعنی شہادت سے ہمکنار ہو کر اپنے رب کے حضور جا چکے ہیں تو ایسے احوال و واقعات کا احتمال موجود ہے کہ وہ افراد اور گروہ اپنے اپنے مقاصد کے لیے ان کا پاکیزہ نام استعمال کرنے کی کوشش کریں جو ان کی زندگی میں ہمیشہ ان سے اختلاف کرتے رہے، اور انھیں دکھ اور اذیت پہنچانے کا باعث بنے۔ شہیدؒ نے اپنی مومنانہ بصیرت سے اس منظر نامے کو اپنے اشعار میں سمو دیا ہے۔

جن کی خاطر جیتے تھے	کہتے تھے ”دیوانے لوگ“
ہم دم تھے پر بھول گئے	ساتھ چلے بیگانے لوگ
جان سے گزرے جب لیکن	آئے تب اپنانے لوگ
جب کوئی حسرت نہ رہی	بیٹھے پیار جتانے لوگ

ان کا یہ بھی کہنا تھا ”اگر ہم اس بات کے سزاوار ہیں کہ ہم نے نوجوانوں کو جہاد کے میدانوں کی طرف متوجہ کیا ہے تو ہم پر سب سے بڑھ کر یہ ذمہ داری بھی عاید ہوتی ہے کہ ہم نوجوانوں کے سامنے جہاد اور فساد کا فرق بھی واضح کریں۔“

وینی احکامات و تعلیمات کے بارے میں ابتدائی تعلیمی دور سے ان کے طرز عمل میں یک گونہ جنگی اور یقین جھلکتا تھا۔

شہیدؒ نے کبھی ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کیے جو ان کے عمل سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، ان کے قول و عمل کی یہ ہم آہنگی ایک حیرت انگیز تسلسل کے ساتھ ان کی پوری زندگی کے تمام معاملات میں ہر حوالے سے نمایاں نظر آتی ہے۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۲ء کی شام وقت افطار، کھجور ہاتھ میں لیے، اپنی مومنہ صفات اہلیہ کے ساتھ افغانستان کی سرحد پر ایک فضائی حملے میں اپنی شہادت کے لمحے تک امت کے دور عروج کے حسین لمحات کے احیاء کا خواب ان کی آنکھوں میں بسا رہا۔

شریعت کے احکامات پر خود دل و جان سے عمل کرنا اور ہر ہر فرد تک اس پیغام کو پہنچانا ان کی پاکیزہ زندگی کا محور و مرکز تھا۔ وہ پورے استدلال کے ساتھ لکھتے ہیں:

”بے شک شریعت سے ناتا توڑ کر دعوت دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی حیثیت سراب اور استدراج کے سوا کچھ نہیں رہ جاتی۔“

شریعت جب نہ ہو تو پھر یہ طبل جنگ فتنہ ہے
کہیں بہتر ہے ریوڑ لے کے جنگل کو نکل جاؤ!

ادارہ ”مبشرات“ اس سے پہلے بھی شہیدؒ کی شاعری کی بے مثال کتاب ”میرے ایمان کے ساتھی، تمہارا مجھ سے وعدہ تھا“ کی اشاعت کا فریضہ سرانجام دے چکا ہے، اب ہمیں ان کے دوسرے مجموعہ شاعری ”محبت فیصلہ کن ہے“ کی اشاعت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے پاکیزہ نقوش قدم پر چلنے اور ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اب اس کی یاد منسلک ہے جنتوں کی یاد سے
سفیر جنتاں، مبشرات دل میں بھر گیا

محمد صہیب قرنی

مبشرات، اسلام آباد

حضرت مولانا شیر علی شاہ دامت برکاتہ

استاد جامعہ دارالعلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلا على عباده الذين اصطفى

صاحب المجید واللہم، مجاہد اعظم، محترم مولانا احسن عزیز صاحب زید محبہ کی زرین
وقیع تالیف ”محبت فیصلہ کن ہے“ کے مطالعہ سے دل و دماغ منور، معطر ہوئے۔

اللہ اکبر! اس عجیب و غریب دیوان کے جاذب فکر و نظر، روح پرور، ایمان افروز،
دلکش قصائد و اشعار نے مجھے ابتداء سے لے کر انتہاء تک ایک ہی مجلس میں پورے وجد و کیف
کے عالم میں حد درجہ ذوق و شوق سے پڑھنے میں مستغرق رکھا۔

ما شاء اللہ! محترم مولانا احسن عزیز (اعزہ اللہ تعالیٰ) ایک نابغہ روزگار، قادر الکلام
اسلامی شاعر ہیں جو میدان کارزار کے قیامت خیز ہوش و باظلمات رعد و برق میں اپنے سچے
صاف و شفاف پاکیزہ دل کی سوز و گداز، درد و غم سے لبریز حسرتوں، تمنائوں کی ترجمانی شستہ
شگفتہ علمی ادبی لطائف سے مزین قصائد و اشعار سے فرما رہے ہیں اور نوجوانان اسلام کے
قلوب و جوارح میں خوابیدہ جہادی احساسات و جذبات کو پکار پکار کر بیدار فرما رہے ہیں۔

لاریب فیہ۔ آنچہ از دل سے خیزد بر دل سے ریزد

دل سے جذبات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں طاقت پرواز گر رکھتی ہے

یہ جہادی ولولوں، جوش و خروش سے سرشار قصیدے اور جواہر پارے آب زر سے
لکھنے کے قابل ہیں، اور اس ناگفتہ بہ تاریک دور میں جبکہ اچھے اچھے خطباء کرام کے خطبات
میں جہاد کا لفظ عنقاء ہو گیا ہے اس کتاب کو ہر مسجد، مدرسہ اور تمام تعلیمی اداروں، دارالمطالعہ میں
رکھنا، اور لاکھوں اردو خوان، اردو دان خدا پرستوں، ارباب صدق و وفا تک پہنچانا فرض عین ہے۔
بارگاہ الہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ محترم مولانا احسن عزیز صاحب (سَلِّمَہُ اللہ تعالیٰ وَاٰئِدَہُ وَاٰئِدَہُ

حَقِّقِ جَمِيعَ مَا يَتِمُّ نَاهِ) کے اس عظیم الشان، مایہ نژاد و افتخار جہادی شاہکار کو شرفِ پزیرائی
عطا فرما کر سعید الارواح شبابِ اسلام کے قلوب و جوارح میں جہادی حرارت کا سبب بنادے،
و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

واللہ من وراء القصد و هو یقبل جہود المجاہدین، و صلی اللہ تعالیٰ علی
اشرف رسلہ و خاتم انبیائہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کتبہ،

شیر علی شاہ کان اللہ،

۵ شعبان المکرم ۱۴۳۳ھ

حضرت مولانا سید قمر دامت برکاتہ

استاد جامعہ دارالعلوم سرحد پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده

اس تالیف انیق کے بارے میں بندہ عاجز بس اسی دعا پر اکتفاء کرتا ہے

اے بدر ماندگی پناہ ہمہ کرم تست عدد رخواہ ہمہ

فقط نراب رحمت تو بس است شستن نامہ سیاہ ہمہ

خسر و از پناہ مے جوید اے الہ من و الہ ہمہ

دعا گو

سید قمر غنی اللہ عنہ

۲۹ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۳ھ

حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی، دامت برکاتہ

استاذ جامعہ دارالعلوم الحنفیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده، اما بعد

ان من البيان لسحرا وان من الشعر لحكمة

شاعری واردات قلبی، کیفیات روحانی اور احساسات وجدانی کے لطیف پیرایہ میں اظہار کا نام ہے۔ اس کے ذریعہ شاعر اپنے کرب و الم اور فرح و سرور کی کیفیات میں دوسروں کو اپنے ساتھ شریک کرتا ہے۔ اور اس کے دل پر جو گزرتی ہے اس کا اظہار وہ بغیر کسی جھجک اور خوف کے شاعری کی زبان میں کرتا ہے۔ بقول فیض احمد فیض۔

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پر گزرتی ہے دم کرتے رہیں گے
شاعری ایک الہامی صفت اور اللہ جل شانہ کی طرف سے ودیعت کردہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے ع شاعری جزویست از پنجمیری

اگر اسی نعمت کو ایک بامقصد پیغام کے ابلاغ کا ذریعہ بنایا جائے، تو اسی کے واسطہ سے دنیا میں ایک انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے اور ذہنی ارتقاء کے لئے یہ ایک بہت ہی عظیم اور کارآمد وسیلہ ہے۔ دور مت جاییے، ہمارے سامنے حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری کی ایک روشن اور تابناک درخشندہ مثال موجود ہے۔ ان کی آفاقی شاعری کا ایک عالم معترف اور گرویدہ ہے۔ اسی وجہ سے کہ انہوں نے شاعری کو بطور ذہنی عیاشی استعمال نہیں کیا، بلکہ اپنی شاعری سے انہوں نے جو درس دیا ہے، وہ دنیا کے سامنے عیاں ہے۔

زیر نظر کتاب میں بھی جناب احسن عزیز صاحب زید مجدہؒ نے ایک خاص مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے شاعری کی ہے اور ایسی پراثر اور آبدار نظمیں لکھی ہیں، جس سے روح میں

طراوت اور بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ مسلم نوجوان میں جہادی روح بیدار کرنے کی سعی کی ہے اور اس میں یہ پیغام پوشیدہ ہے کہ جب تک ہم اسی راہِ عزیمت کو اختیار نہیں کریں گے، ہم مسلمانانِ عالم اسی طرح طاغوتی طاقتوں، استعماری قوتوں اور استبدادی سلطنتوں کی ریشہ وانیوں کے شکار اور ان کے پنجہ جبر و قہر میں پھنسے رہیں گے اور دن بہ دن ہمارے عقیدہ و احکام کی پامالی اور عزتِ نفس پارہ پارہ ہوتی رہے گی اور ہم اپنی ذلت و ادبار کا منہ تو متماشہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا کریں گے۔ فالحی اللہ الممشکی۔

راقم نے الحمد للہ پوری کتاب کو بار بار پڑھنے کی سعادت حاصل کی، اور ہر بار ایک نئے حظ کے ساتھ اس سے مستفید اور محفوظ ہوتا رہا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہر سرنوشت اور عنوان کے نیچے اور حاشیہ پر قرآن و حدیث کے جو استشادات پیش کئے گئے ہیں، ان سے معلومات میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اُمت کی جادۂ منزل اور منزلِ مراد تک رہنمائی کے لئے ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ بنائے اور مصنف زید مجدہ کی اس کوشش کو ثمر بار آور بار آور فرمادے۔ آمین۔

کتبہ!!

محمد ابراہیم فانی عفی عنہ

خادم العلم بجامعة دارالعلوم الحنفیہ

اکوڑہ خٹک، نوشہرہ

۲ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

مطابق ۷ نومبر ۲۰۱۲ء

ایک حلقہ ذکر میں احسن عزیز شہیدؒ کا تذکرہ

نوٹ: یہ تحریر اس مہنگو پر مشتمل ہے جو ممتاز شاعر، محقق، نقاد اور دانشور احمد جاوید صاحب نے اپنے احباب کی ایک مجلس میں احسن عزیز شہیدؒ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کی ہے۔ اس لیے اس کا انداز تحریر کا نہیں بلکہ تقریر کا ہے۔

آج ایک خاص الخاص ہستی کا تذکرہ کرنا ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ ایک ایسے شخص کو یاد کرنا ہے جو ان شاء اللہ حبیب اللہ ہے، حبیب الرسول ﷺ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یہاں تک چاہتے ہیں کہ خود اس کے چہیتے بن جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو اگر ہمارے درمیان موجود نہ ہوں تو چاہے کتب خانے بھرے ہوں، ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ایک اچھے اور سچے آدمی کو محبت اور ارادت کی نظر سے دیکھ لینا دین کو دل کی ان گہرائیوں میں اتار دیتا ہے، جہاں داخل ہو کر چیزیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں، زندہ بھی، فعال بھی، مسلسل رو بہ کمال بھی۔ دس کتابوں سے بھی دین کی منتقلی کا وہ عمل نہیں ہو سکتا جو ایک متبع سنت امتی اور ایک فانی فی اللہ بندے کو دیکھ کر یا اس کے بارے میں سن کر یا اس سے محبت محسوس کر کے ہو جاتا ہے۔

جن صاحب کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں اس میں نیت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے حسنات میں بہترین حسنة کے طور پر قبول فرمائے۔ اس نیک اور صالح آدمی کے ذکر کو سننے والوں کے لیے بھی بخشش کا، نجات کا، مغفرت کا، تسکین کا اور ترکیے کا ذریعہ بنائے۔ ہم میں سے ہر شخص اس طرح کے لوگوں کا تذکرہ کرنے اور سننے کا محتاج ہے۔ ان صاحب کو نہ میں نے کبھی دیکھا نہ ان کے نام سے میں کچھ دن پہلے تک واقف تھا، نہ ان سے میرے بالواسطہ تعلقات کی بھی کوئی صورت ہے، کوئی رابطہ نہیں کسی بھی قسم کا، کسی بھی طرح کی واقفیت نہیں تھی کچھ دن پہلے تک۔ تو ہمارے محترم حافظ عبد اللہ صاحب، قبلہ کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے ان کا مجھ سے تعارف کر دیا اور مجھے ان صاحب کا ایک زیر طبع مجموعہ شاعری، مجموعہ نعت عطا فرمایا۔ میرا تو پیشہ ہی کتاب دیکھنا دکھانا ہے، یہ مسودہ جو میں نے دیکھا ہے تو میں قسماً یہ

بات عرض کر سکتا ہوں کہ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے میں اپنی زندگی کے بہترین تجربات اور احوال میں سے گزرا ہوں۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے اللہ کے قرب میں بجلی کی رفتار سے آگے بڑھنے والی حالت ہو۔ یہ کیفیت اس مجموعے کے حرف حرف سے گویا میرے اندر، ایک ناقص اور تاریک آدمی کے اندر، منتقل ہو رہی تھی بغیر کسی رکاوٹ کے۔ اس مجموعے کو پڑھنے میں میرا جتنا وقت لگا، وہ ان شاء اللہ امید ہے کہ وقت کا بہترین استعمال تھا۔

ان صاحب کا تعارف ابھی بھی میں پورا نہیں کر سکتا۔ مطلب ابھی بھی میں ان سے اس حد تک واقف نہیں ہوں کہ ان کا ایک سوانحی اور تاریخی تعارف اچھی طرح کر داسکوں، سوائے اس کے کہ ان حضرت کا نام احسن عزیز صاحب ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ پاکستانی ہیں اور غالباً عمر بھی زیادہ نہیں تھی۔ یہ اپنی بیگم کے ساتھ افغان جہاد میں شریک ہونے اور طالبان (امارت اسلامیہ) کا ساتھ دینے کے لیے ہجرت کر گئے تھے، کچھ مدت پہلے ان دونوں میاں بیوی کو اللہ نے افغانستان کی سرحد پر شہادت سے بہرہ یاب فرمایا اور ان شاء اللہ یہ شہادت اہل بدر کی شہادت کے پیمانے پر تولی جائے گی۔

یہ وہ صاحب ہیں جو بہت گہرا جمالیاتی ذوق رکھتے تھے، انتہائی رقیق القلب، اللہ کے حضور میں رونے کے عادی، اللہ کی ثنا اور رسول اللہ ﷺ کی مدح کو دن میں کئی مرتبہ لہک لہک کر پڑھنے اور پیش کرنے کا معمول رکھنے والے، اور کسی بھی پہلو سے دل کی ادنیٰ ترین سختی سے اللہ نے ان کو محفوظ رکھا تھا، ناموری کی خفیف ترین خواہش سے اللہ نے انھیں محفوظ رکھا تھا، کسی مرد مومن اور مجاہد کی بڑائی اور عظمت میں خلل ڈالنے والی کمزور ترین خرابی سے بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان شاء اللہ انھیں پاک رکھا تھا۔ مطلب یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ بڑائی اور عظمت کے خمیر سے گوندھ کے تخلیق کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تعمیر میں، جن کی تخلیق میں کسی نقص، کسی گناہ، کسی ملامت، کسی برائی کو داخل ہونے کا راستہ نہیں ملتا۔ تو یہ صاحب صاف لگتا تھا کہ غازی ہونے کی ذمہ داری ادا کرنے اور شہادت کی محبت میں جہاد میں گئے تھے۔ اللہ نے انھیں غازی بننے میں بھی سرخرو فرمایا کہ انھوں نے امریکہ کو کھست کھاتے ہوئے دیکھا، اور اللہ نے ان کی رغبت اور شہادت کو بھی قبول فرمایا۔ اللہ کے یہ دوست غازی کی حیثیت تک پہنچ کر شہید ہوئے۔ یہ گویا اللہ نے مجھ ایسے گرے پڑے حیلہ سازوں کو بھی دکھا دیا کہ دیکھو! ایسے ہوتے ہیں میرے اولیاء جنھیں نہ کوئی ڈر ہوتا ہے نہ غم، ہم ان سے خوش، اور وہ ہم سے راضی۔ اللہ نے احسن عزیز صاحب کو زندگی کی بھی سب

سے بڑی خوشی عطا فرمائی کہ انھیں غازیوں میں شامل فرمایا، اور مرنے کی بھی بہترین صورت نصیب فرمائی۔ انھیں زمین پر بھی بامراد رکھا، اور زیر زمین بھی خرم و شاد رکھا۔ ذرا دیکھیں! کیا صاف نظر نہیں آ رہا کہ اس سعید روح نے زندگی کے درخت کا بھی بہترین پھل کھایا اور موت کے دریا کا بھی سب سے سچا اور روشن موتی پالیا۔ کیا کہنے، سبحان اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جن کی قبر کی مٹی بھی مجھ ایسوں سے زیادہ زندہ ہے۔ اللہ ہمیں ان فضائل کا ایک ذرہ، اور ان صاحب کے جذبہ جان نثاری کا ایک شمعہ ہی عطا فرمادے تو ہمارا کام بن جائے، یہاں بھی اور وہاں بھی۔

میں کیا بتاؤں، میں مدتوں جیسے کسی صحرا کی کڑی دھوپ میں چلتا رہا اس تلاش میں کہ کوئی نرم دل مجاہد مل جائے، کوئی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ جہاد پر چلنے والا نظر آجائے۔ مجھے اللہ نے یہ شخص دکھا دیا، اس تک پہنچا دیا، میرا رواں رواں ان کے لیے دعا گو ہے، اور میں کیا میری دعا گوئی کیا — جو کسی کسی بھی ذریعے سے پوری نہیں ہو سکتی تھی، اللہ نے میری وہ کمی ان سے متعارف کروا کے پوری کر دی۔ بھائی یہ کتاب چھپ کر آئے تو اس کو بالکل اپنے نامہ اصلاح کی طرح لیجیے گا۔ اللہ نے چاہا تو رسول اللہ ﷺ کے باطن اقدس سے پھوٹنے والا جذبہ جہاد بغیر کسی آمیزش کے تمھارے اندر پیدا ہوگا۔ ان شاء اللہ ان لوگوں کی برکت سے۔

یہ حالت جہاد میں لکھی ہوئی نظمیں ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ان کے انکسار کی انتہاء ہے۔ رقت قلبی کی آخری حد پر پہنچ کر یہ نظمیں لکھی گئی ہیں۔ درنہ حالت جہاد میں جب ہم باری ہو رہی ہے، جب فائرنگ کر رہے ہیں تو ان اوقات میں یہ نظمیں وغیرہ لکھی گئی ہیں، لیکن ان نظموں میں کوئی بھی اس طرح کا دھوم دھڑکا نہیں ہے کہ ایک مجاہد اپنے کارنامے لکھ رہا ہے۔ یہ صاف لگتا ہے کہ ایک عاشق جو ہے وہ اپنے واردات لکھ رہا ہے۔ تو جو شخص اپنی رقت قلبی اور اپنے عشق کو حالت جہاد میں محفوظ نہ رکھ سکے وہ بھلا کہاں کا مجاہد ہے؟ سمجھ گئے ہیں نا آپ! تو یہ انھوں نے ایک نظم لکھی ہے اپنے ایک ساتھی کی شہادت پر، اسے تبرکاً پڑھ لیتے ہیں۔ اس پر جونٹ انھوں نے خود لکھا ہے وہ پہلے سن لیں:

اپنے ایک دوست — علی کی شہادت پر لکھے گئے اشعار جو ربیع صدی (۲۵ سال!) سے زائد عرصے تک پہلے روس اور پھر رومیس (امریکی و یورپی طواغیت) کے خلاف یک سوئی سے سرسبز جہاد رہے اور جب ۱۳۳۱ھ بمطابق جولائی ۲۰۱۰ء میں شہادت کا جام پی کر سرخ رُو ہوئے۔

کوئی شہید غم کی تار رات دل میں بھر گیا
 سعید ہو کے ہاں مگر نشاط دل میں بھر گیا
 وہ لڑکھڑا کے ایک شہہ سوار رن میں کیا گرا
 کہ بے شمار جذبہ ثبات دل میں بھر گیا
 دلیلی راہ بن کے جو ستارہ سحر رہا
 نبھا تو روشنی کی کائنات دل میں بھر گیا
 (اس شعر کا جواب نہیں ہے ماشاء اللہ بلا شہہ یہ جیسے اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں)

فقیر تشنہ کام پر سخی بھی ایسی شان کا
 جو الفتوں کے دجلہ و فُرات دل میں بھر گیا
 گیا تو ساتھ ساتھ ہی ہمارے دل بھی لے گیا
 وہ قربتوں کی ایسی کیفیات دل میں بھر گیا
 جدائیوں کے زخم بھر گئے خیال خلد سے
 حسین منزلوں کی خواہشات دل میں بھر گیا
 اب اُس کی یاد منسلک ہے جنتوں کی یاد سے
 سفیر جہان، مُبَشِّرَات دل میں بھر گیا
 اُنل ہے موت کا مزا، تو رشک ایسے جام پر
 وہ جس کا گھونٹ مستی حیات دل میں بھر گیا
 جہاں میں تیغِ علم کو، عمل کی آب جس نے دی
 عروشِ غیب اُس کی بات بات دل میں بھر گیا
 سبحان اللہ، یہ بڑی قادر الکلامی والی نظم ہے۔ میں نے ابھی سنائی، تو یہ بحر بہت مشکل بحر
 ہے۔ اس بحر میں عام شاعر شعر نہیں کہہ سکتا۔ جو کہتا بھی ہے وہ اس میں بہت مشکل سے شعر کہے گا۔ بہت کم
 کم استعمال ہونے والی بحر ہے لیکن یہ بحر جہاد کی بحر ہے غزلی کی بحر ہے۔
 یہ نظم بھی اس بحر میں ہے سن لیجیے:

دھوپ نکلنے تلک اعتبار مت کرنا
 موم کے ستونوں پر انحصار مت کرنا
 آندھیوں سے دشمنی رکھنا چاہتے ہو نا!
 ریت کے گھروں سے پھر اتنا پیار مت کرنا
 آدی کے من میں بھی اک محاذ ہوتا ہے
 بس پرائے دشمنوں ہی پہ وار مت کرنا
 سچ کی ناؤ پر ہو گر، بادبان کھول کر
 موافق ہواؤں کا انتظار مت کرنا
 پھر نہ کوئی بادشاہ جھین لے یہ کشتیاں
 سادہ اپنے عیلم کو تاب دار مت کرنا
 مغربی سفینوں نے ڈوبنا ضرور ہے
 اپنے نونہالوں کو یوں سوار مت کرنا
 ماں! بچھڑ کے، تو مجھے جنتوں میں پائے گی
 اس زمین پر مرا انتظار مت کرنا!
 کیا کہنا، جو کہا اس پر عمل بھی کر دکھایا۔ ان کے دل کی تڑپ ذرا ان اشعار میں دیکھیے:
 کہاں ہیں اہل فکر؟ جن کی سوچ کے دھارے
 مری مظلوم اس امت کا رخ بدل ڈالیں
 کدھر ہیں اہل ہنر؟ جن کی دست کاری سے
 ستم زدوں کو میسر ہوں تیغ اور ڈھالیں
 کہاں گیا وہ مُعلّم؟ جو میرے بچوں کو
 حسن، حسین کے اُسوے کا درس سکھائے
 میں ڈھونڈتا ہوں شہر کا طبیب جس کا فن
 کسی محاذ پر تڑپتی جاں کا مرہم ہو!
 کدھر ہے میرے محلے کا خوش نوا واعظ؟
 جو کافروں کے تسلط پہ آج برہم ہو

کہاں گئے محققین؟ جن کی تحقیقیں

عدو کے ٹینک اور توپوں کا توڑ ہی کر دیں

سارا دل ان کا روشنی سے بھرا ہوا تھا۔ شاعری وغیرہ ان حضرات کے مرتبے سے کم تر چیز ہے۔ اس کو شاعری کی نظر سے نہیں بلکہ ان کی شخصیت کے اظہار کے طور پر دیکھنا چاہیے۔ حافظ عبد اللہ صاحب کل بتا رہے تھے کہ یہ نعتیں اور اپنا کلام ترم سے بھی پڑھا کرتے تھے، بہت خوش الحان تھے شاعری پڑھنے میں بھی۔ ان کے پاس ان کی کچھ آوازیں بھی محفوظ ہیں اللہ کرے کہ یہ آوازیں بھی نشر کر دی جائیں تو ان کا اثر بہت زیادہ ہوگا۔ بس دعا کریں کہ اللہ اپنے ان اچھے بندوں کی پیروی کی توفیق ہمیں بھی عطا کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا نام ان منافقین میں نہ شامل ہونے دے جو جہاد کی مخالفت کرتے ہیں اپنی بزدلی اور بے حیثی کو چھپانے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ اپنی یاد کو ہمارے مجاہد بنے رہنے کا سبب بنائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی یاد اپنے حضور سے نرم پڑ چکے ہوئے دل کو مجاہد کا قلب بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ رفیق القلبی اور وہ مضبوطی نیک آن عطا فرمائیں جو رسول اللہ ﷺ کا خاص الخاص اسوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عبادت کا ذوق نصیب فرمائیں، شہادت کا شوق نصیب فرمائیں اور غازی بننے کو ذمہ داری سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ہمارے دین کا مقصد اعظم ہے اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کا عشق پیدا ہونا، لیکن ہمارے دین کا ایک امتیاز ہے، ایک معجزاتی انفرادیت ہے کہ ہمارے یہاں یہ عشق اور محبت نسائیت سے، زنانہ پن سے پاک ہے۔ یہ ہندوؤں کی طرح نسائیت نہیں رکھتا، عیسائیوں کی طرح یہ محبت زنانہ پن نہیں رکھتی، یہ محبت مردانگی کے ساتھ ہے، رجوعیت کے ساتھ ہے، شکوہ کے ساتھ ہے۔ لہذا وہ شخص اللہ کا عاشق اور رسول ﷺ کا محب نہیں ہے جو احوال میں مجاہد نہ ہو۔ ہمارے یہاں عاشق اور مجاہد ہم معنی الفاظ ہیں۔ جو شخص بھی اپنی ذات میں، اپنے احوال میں ان دو کے معنی کو جدا کرے گا، وہ اس دین کے ساتھ وابستگی میں ناقص ہے، ادھورا ہے، خام ہے۔ ہمارا عشق مردانہ خدا والا عشق ہے، زنانہ دنیا والا عشق نہیں ہے۔ مردانہ خدا کا عشق کیفیت جہاد اور حالت جہاد اور جذبہ جاں نثاری کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہم کیا کر سکتے ہیں لیکن بڑا اچھا ہوا اگر ان صاحب کی بلندی درجات کے لیے ہم لوگ دودو رکعت پڑھ کر دعا کریں، اور ساتھ میں یہ غرض بھی رکھیں کہ یا اللہ اگر ہمارے شوق شہادت میں کوئی کسر رہ

گئی ہے تو وہ پوری فرما دیجیے ایسے لوگوں کی برکت سے۔ یا اللہ ہمیں شہیدوں سے محبت ہے، اس کو شہادت کی محبت سے بھی بدل دیں تو آپ سے کیا بعید ہے۔

چارلس لمب ایک بہت بڑا ادیب اور مفکر گزرا ہے۔ اس نے شیکسپیر پر جو کنٹریز لکھی ہیں وہ سند ہیں۔ شیکسپیر کو پڑھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ان کو بھی پڑھ لیں، بہت مقبول، بہت مشہور۔ تو اس سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری زندگی میں، تمہارے مشاہدات میں سب سے عجیب مشاہدہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میرا بہت زیادہ عجیب مشاہدہ ہے مسلمانوں سے متعلق، کہ یہ لوگ غائبانہ محبت کرنے کی روایت رکھتے ہیں، یعنی یہ جن کو نہیں جانتے، جن کو انھوں نے کبھی نہ دیکھا ہو، یہ اُن ہستیوں سے بھی بالکل جان لٹا دینے والی محبت کرنے پر قادر ہیں۔ ان کے اندر ایک عجیب جذبہ محبت ہے جس میں محبوب کا نظر کے سامنے ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ وہ ان دیکھے تک بھی مار کرتی ہے۔ واقعی ہمارے یہاں ہمارے دین کی برکت سے، رسول اللہ ﷺ کی معجزاتی شان کی برکت سے مسلمانوں میں یہ پیرٹ بہت ہے کہ یہ نایدیدہ لوگوں، ان جانے حضرات سے محبت اسی طرح محسوس کر سکتے ہیں جس طرح لوگ دیکھے ہوئے محبوبوں سے کرتے ہیں۔ اب دیکھیں یہ صاحب ہمارے لیے مکمل طور پر ان دیکھے ہیں لیکن ایسی شدت محبت ان سے پیدا ہو گئی جو اکثر دیکھے ہوئے نیک لوگوں کے ساتھ نہیں محسوس ہوتی، تو اللہ اس محبت کو اپنی محبوبیت کے لیے استعمال کر دے۔ اللہ انھیں محبوب بنائے اس لیے کہ ہم اللہ کو محبوب بنانے میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

وہ ایک صحابیؓ کا واقعہ ہے! وہ واقعہ کیا ہے سمجھیں تعلیم ایمان ہے کہ یہ دین اپنے پورے اختصاص کے ساتھ مجسم ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ مطلب، کمال بندگی کا حاصل، اللہ کے ساتھ تعلق میں انتہائی کمال کو پہنچا ہوا آدمی کیا ہوتا ہے؟ وہ آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک آپ اس واقعے سے واقف نہ ہوں۔ آپ کی سمجھ میں کوئی نہ کوئی کمی رہ جائے گی حتیٰ کہ آپ اس واقعے سے واقفیت پیدا کریں۔ یہ واقعہ گویا بندگی کے کمال کو مجسم کر کے سامنے لے آتا ہے۔ یہ واقعہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کا حق اپنی انتہائی شکل میں کیسے ادا ہوتا ہے، وہ سامنے لے آتا ہے۔

ایک جگہ پہرے پر ایک صحابیؓ کو کھڑا کیا گیا اور باقی جو صحابہؓ تھے وہ سو گئے۔ وہ کوئی ایسی جگہ تھی جہاں ارد گرد دشمن موجود تھے۔ خیر، وہ صحابیؓ پہرے پر کھڑے ہو گئے۔ باقی حضرات پر درگرام کے مطابق سونے کے لیے چلے گئے۔ رات کے کسی پہر اُن حضرات کی آنکھ کراہنے کی آواز کی وجہ سے

کھل گئی۔ خیمے کے باہر کوئی کراہ رہا تھا اور یہ کراہ ایسی تھی کہ جیسے کوئی آدمی شدید درد و تکلیف میں منہ سے نکلنے والی آواز کو روکنے کی کوشش کر رہا ہو مگر یہ کوشش کامیاب نہ ہو رہی ہو۔ یہ حضرات فوراً باہر نکلے۔ انھیں یہی لگا کہ کراہنے کی یہ آواز انھی صاحب کی ہے جو پہرے پر تھے۔ باہر نکل کر دیکھا کہ وہ صاحب تیروں سے چھلنی ہو کر زمین پر پڑے تھے، اور سخت تکلیف میں تھے۔ اور کئی تیران کے جسم مبارک میں کبھے ہوئے تھے، آپ جانتے ہیں ناکہ تیر کی نوک جو ہدف کو لگتی ہے لوہے کی، فولاد کی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے تیر لگنے کا درد بہت ہوتا ہے غالباً بندوق کی گولی سے بھی زیادہ۔ اور پھر یہ لوہا بھی کھردرا اور دھار والا ہوتا ہے۔ تو اس طرح کے کئی تیران کے جسم میں ہیوست تھے۔ ان حضرات نے پوچھا کہ آپ نے اتنے تیر خاموشی سے کھالیے! پہلا ہی تیر لگنے پر پکار دیتے تو ہم آجاتے اور اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ اب سنیں رسول اللہ ﷺ کے پروردہ تربیت نے کیا جواب دیا، ایسا جواب کہ جبریلؑ بھی سن کر وجد میں آگئے ہوں گے۔ فرمایا، اصل میں میں نے نفل کی نیت باندھ لی تھی اور اپنی ایک محبوبہ سورت پڑھ رہا تھا کہ پہلا تیر لگا۔ تکلیف تو ہوئی مگر مجھے اچھا نہیں لگا کہ سورت مختصر کر کے نماز کو جلدی سے ختم کر دوں۔ یہ سارے تیر میں نے سورت اور نماز کو مکمل کرتے ہوئے کھائے ہیں۔ یہ ہے وہ مقام جہاں عاشق اور مجاہد ہم معنی ہے۔ اللہ نے چاہا تو شہید احسن عزیز بھی اسی مقام بلند پر انھی صحابیؓ کے قدموں میں مقیم ہوں گے۔ یا اللہ ایسا ہی ہو! یا رحمن ایسا ہی ہو۔

احمد جاوید

۹ نومبر ۲۰۱۲ء

اُسی کے نام سب کچھ ہے!

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

وَقُرْآنِهِ الْغَنِيُّ الْمُؤْمِنِينَ وَشُرُورِ قُلُوبِ الْمُنْسَلِينَ

صاحبِ کتاب ”علیہ السلام“ عبد الرحمن ابن جوزیؒ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن میرے نامہ اعمال میں کوئی چیز بے مقصد نہ نکلے گی! ایسی ہی بات ایک اور پیرائے میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ نے بھی فرمائی کہ: ”میں نے تہذیب العصر.... (ایسا) کوئی کام نہیں کیا جس میں رضائے الہی کی نیت نہ ہو“۔

کہاں ہمارے یہ اسلاف اور کہاں ہمارے اعمال؟ کہاں ان بزرگوں کی قیمتی باتیں اور کردار _____ کہ جن کی روشنی خود اُن کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ ہے _____ اور کہاں ہمارے بے وقعت اقلام سے نکلی ہوئی بے وزن باتیں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر افتاد یہ حقیقت کہ قبر میں انسان کو اپنے ہر عمل کا حساب بھی دینا ہے! یعنی ہر لفظ کا حساب اور پھر ہر حرف پر ثواب یا عذاب! فیما غفار المذنبین ویا ارحم الراحمین _____ ویا ذا الجلال والاكرام _____ ویا حسی یا قیوم ہر حمتک نستغیث! تاہم اپنی بساط کی حد تک میں نے چند اہل اللہ کو اپنے اشعار و نثر دکھانے کی سعی ضرور کی ہے کہ میری تحریروں میں کوئی بات مزاج شریعت کے خلاف محسوس نہ ہو۔

دوسری گزارش قارئین و ”سامعین“ سے خصوصاً یہ ہے کہ نظموں و شاعری کو وظیفہ شام و سحر _____ اللہ کے واسطے مت بنائیے۔ کبھی دل کی تازگی اور جذبہ عبودیت یا تذکیر کے لیے کوئی نظم یا ترانہ سن لینا ایک بات ہے اور رات دن کانوں میں سماع [آواز ساعت] لگا کر ”سماع“ میں مصروف رہنا ایک دوسری بات! قبر کی تاریکیوں میں برزخ کے طویل سفر میں اور آخرت کے منڈلاتے عذابوں کے خطرے تلے جہاں انبیاء علیہم السلام بھی ”نفسی نفسی“ پکار رہے ہوں

گئے۔ ہمارا یہ گھنٹوں تلک نظمیں سننا کیا کام آئے گا؟ ایک مباح چیز جب سب غفلت بن جائے تو جائز کب رہی؟ جب شرائط سماع نہ رہیں تو یہ سارا عمل مکروہات میں کیوں نہ شمار ہو؟ اور جب ان سب کو تصویری اور فلمی قالب میں ڈھال دیا جائے تو ان حرام امور کے مرتکبین پر سے مصائب کو کون ہے جو نال سکے؟ ایک اور مصیبت، کمپیوٹر کے ذریعے _____ نظموں کے ساتھ صوتی موسیقی کا استعمال ہے، اردو کے ساتھ ساتھ پشتو تراونوں میں خصوصاً یہ قباحت بہت زیادہ سرايت کر گئی ہے۔ ان سب باتوں سے بچنا اور دوسروں کو بچانا از حد ضروری ہے۔

اس لیے گزارش ہے کہ شعر و سخن کے محاذ کو اپنے حدود میں رکھیے۔ یہ چیزیں اسبابِ سفر میں معین و مدد تو ہو سکتی ہیں، اصل زادِ سفر بہر حال نہیں ہیں۔ کثرتِ تلاوت اور کثرتِ ذکر کی جگہ جب کثرتِ ترانہ و نظم اور اعلام و افلام لے لیں تو یقین جائے کہ یہ گھائلے کا سودا ہے۔ ندائے ربانی ہے؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَتَسْمِعُوا لَهُ الْقُلُوبَ ۝ قُلْ أَصْلَحُوا ۝ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝
(الاحزاب: ۴۱-۴۳)

”اے اہل ایمان! خدا کا بہت ذکر کیا کرو۔ اور صبح شام اُس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور خدا مومنوں پر مہربان ہے۔“

تفسیر عثمانیؒ میں ان آیاتِ کریمہ کی شرح میں رقم ہے؛

”یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہ رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیروں سے علم و تقویٰ کے اجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولتِ ایمان کہاں سے ملے اور کیوں محفوظ رہے؟ اسی کی مہربانی سے مومنین رشد و ہدایت اور

ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں ان کا حال ہو، آخرت کا اعزاز و اکرام آگے مذکور ہے۔۔۔“۔

پس عبث ہے یہ کتاب اس کی پیش کش، پھیلاؤ اور مطالعہ... اگر یہ غفلت عن اللہ کا سبب بنے۔
 ساتھ ہی یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ میری یہ نگارشات و اشعار اُن افراد یا گروہوں کے
 ترجمان ہرگز نہیں جن کے ہاتھ معصوم مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوں اللہ کے گھروں کی
 حرمت جن کے ہاتھوں پا مال ہوتی ہو اور جو اہل ایمان کے مال و دولت کو ہنسی استحقاق کے مال
 غنیمت قرار دیتے ہوں۔ میں ایسے افراد اور گروہوں کی ترجمانی کرنے والی کتب رسائل اور
 ویب سائٹس کو یہ نظمیں شائع کرنے کا حق نہیں دیتا۔ نیز میں ایسے افراد اور گروہوں کے غیر شرعی
 اعمال سے بری ہوں۔

(احسن عزیز یکم محرم ۱۴۳۳ ہجری نبوی)

مُنَاجَات

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْأَسَاءِ وَالضَّرَآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ۝
فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا...ؕ

(سورة الانعام: ۲۲-۲۳)

”اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے۔ پھر ان کی نافرمانیوں کے سبب ہم انھیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے تاکہ عاجزی کریں۔ تو جب ان پر ہمارا عذاب آتا رہا، کیوں نہیں عاجزی کرتے رہے...“

میرے مالک! تو ہم سے خفا ہے اگر
چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر
یہ ندامت کے آنسو، شکستہ جگر
لے کے آئے ہیں، تیری رضا ہے اگر
بن ترے کوئی ملجا ہے نہ کوئی در
چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رَہاہ! بس اک نظر
بخش دے ہر خطا، ہم سے کر درگزر
میرے مالک! تو ہم سے خفا ہے اگر

آفتیں قحط و سیلاب کی ، زلزلے
 پھر بنامِ مدد ، کفر کے قافلے
 اور مُسلَّط یہ اغیار کے فیصلے
 اپنے اَعمال کی یہ سزا ہے اگر
 بن ترے کوئی ملجا ہے نہ کوئی در
 چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رَہاہ ! بس اک نظر
 بخش دے ہر خطا ، ہم سے کر درگزر
 میرے مالک ! تو ہم سے خفا ہے اگر

تیرے اعداء مسلسل اُبھرتے رہے
 ہم مگر پھول اُنھیں پیش کرتے رہے
 زر ، زمین اور زن ہی پہ مرتے رہے
 بس کرم ہے ترا کچھ بچا ہے اگر
 بن ترے کوئی ملجا ہے نہ کوئی در
 چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رَہاہ ! بس اک نظر
 بخش دے ہر خطا ، ہم سے کر درگزر
 میرے مالک ! تو ہم سے خفا ہے اگر

تیرے کشمیر و افغاں سے غادر ہمیں
 جان ہوتے ہوئے غیر قادر ہمیں
 اتنے وافر مگر پھر بھی نادر ہمیں
 معرکہ خیر و شر کا پتا ہے اگر
 بن ترے کوئی ملتا ہے نہ کوئی در
 چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رباہ ! بس اک نظر
 بخش دے ہر خطا ، ہم سے کر درگزر
 میرے مالک ! تو ہم سے خفا ہے اگر

ہیں یہود و نصاریٰ تو بیدار سب
 دیں مٹانے کی بابت ہیں تیار سب
 سو رہے میری ملت کے غم خوار سب
 اجنبی ہے ، کوئی جاگتا ہے اگر
 بن ترے کوئی ملتا ہے نہ کوئی در
 چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رباہ ! بس اک نظر
 بخش دے ہر خطا ، ہم سے کر درگزر
 میرے مالک ! تو ہم سے خفا ہے اگر

مسجدِ باری رام مندر بنی
 منتظر کب سے ہے، کاش آئے کوئی
 کیسے پہنچے مگر وقت کا غزنوی
 راہ زن ہیں بہت راستہ ہے اگر
 بن ترے کوئی ملتا ہے نہ کوئی در
 چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رَہاہ ! بس اک نظر
 بخش دے ہر خطا، ہم سے کر درگزر
 میرے مالک ! تو ہم سے خفا ہے اگر

ایک بیٹی جو مغرب میں قیدی بنی
 تا بہ مشرق ہے یہ حکم اُنھیں سبھی
 پر ہے قاسم نہ اب مُعْتَصِم ہی کوئی
 بلکہ مجرم ہے، کوئی بڑھا ہے اگر
 بن ترے کوئی ملتا ہے نہ کوئی در
 چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رَہاہ ! بس اک نظر
 بخش دے ہر خطا، ہم سے کر درگزر
 میرے مالک ! تو ہم سے خفا ہے اگر

ہم کو توفیق دے، ہم کو سنبھال لے
اپنی رَہ میں یہ جانیں، یہ اموال لے
ہم کو زُمرہٴ مقبول میں ڈال لے
اِن دلوں میں جو ایماں ذرا ہے اگر
بِن ترے کوئی ملجا ہے نہ کوئی در
چھوڑ کر تجھ کو جائیں تو جائیں کدھر

تیری رحمت کی رَہاہ ! بس اِک نظر
بخش دے ہر خطا، ہم سے کر درگزر
میرے مالک ! تو ہم سے خفا ہے اگر

سَلِّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ آبَائِنَا

فراقِ حبیب

((اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمْ مُصِيبَةٌ فَلْيَذْكُرْ مُصِيبَتَهُ بِى فَاِنَّهَا مِنْ اَعْظَمِ الْمَصَائِبِ))

(حدیث صحیح، رواہ سیوطی رحمہ اللہ، جامع الصغیر)

”جب تم میں سے کسی کو کوئی بھی مصیبت پہنچے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنی اُس مصیبت کو یاد کرے جو میرے (فقدان و رحلت کے) سبب اُسے پہنچی ہے، کیونکہ تمام مصیبتوں میں یہی سب سے بڑی ہے۔“

میں تری مفارقت میں کیوں جاں نہ یہ جلاؤں؟ ترا غم ملے تو کیونکر کوئی اور غم اٹھاؤں؟
ترے نقشِ پا پہ چل کر میں بہشت میں جو جاؤں، مری سرخوشی یہی ہو تری قربت میں پاؤں
تری سُخوں کی بابت نہ عمل میں کچھ کمی ہو، مرے دل میں آگئی ہو، مرا راستہ یہی ہو
تری چاہتیں ہیں جتنی، میں سبھی کو جاسناؤں، کبھی نور کی ہو دعوت، کبھی نار سے ڈراؤں
مری زندگی ہو شعلہ جو غنیم ہی پہ برے، ہو نسیم خُلق میرا کہ چمن کبھی نہ ترے
مری آنکھ میں چمک ہو تری پیروی کے صدقے، مرے قلب میں گسک ہو جو کبھی میں بھول جاؤں
مرا غم ہو تیری ملت، یہی غم مری خوشی ہو، کبھی رو پڑوں خوشی میں، کہیں غم میں مسکراؤں
کہ ہر اہو تیرا گلشن، میں وہ سیلِ اشک لاؤں، یہ خزاں بہار ہو، گر میں رگوں کا خون بہاؤں

نہ ہو فکرِ اہل دانش، میں جُحوں کی بات مانوں، کہ نوائے عقل جانوں نہ ہو اے دل کو آؤں
 تری حرمتوں کی بابت، میں بہرِ محاذ پہنچوں، ترے حق پہ جان دے دوں، ترے دیں کے کام آؤں
 تری دید کی طلب میں کوئی رزم پھر سجاؤں، کہ سفر کو طول ہی دوں نہ فراق کو بڑھاؤں
 مرا قصد ہو بس اتنا، مری شامِ چرخ بیتے، مرا کارواں تو جیتے، میں مگر شکست کھاؤں
 اے حبیبِ من! تجھی پہ مرا مالِ جاں فدا ہو! ترے پیار کا تشکر بھلا پھر بھی کب ادا ہو
 یہی بس مری دعا ہو، کہ ہو سحرِ یاسا ہو، میں سلام تجھ پہ بھیجوں، میں دُرو پر پڑھتا جاؤں

سلامِ غریب

”وَأوصاني (والدي) بمواظبة الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم كلَّ يوم وقال بها وَجَدْنَا مَا وَجَدْنَا“۔

(القول الجميل في بيان سواء السبيل، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

”اور میرے والد نے مجھے نصیحت کی _____ ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرویشِ شریف پڑھنے کی بیٹھکی کی _____ اور یہ بھی فرمایا کہ اسی (کثرتِ دُرویش کی برکت) سے ہم نے پایا جو کچھ بھی پایا“۔
مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”ایک نکتہ عجیب ہے دُرویشِ شریف کے متعلق! وہ یہ کہ علماء نے لکھا ہے کہ عبادتیں تو کبھی قبول ہوتی ہیں کبھی نہیں اور درویشِ شریف ہمیشہ مقبول ہی ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اس کا یہ راز معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کرنا چاہتے ہیں [چنانچہ اگر] دوسرا اسی کی درخواست کرے گا تو ضرور قبول ہوگی۔“

(ملفوظات سیدنا حکیم الامت ج ۲ ص ۳۰۳)

بادشاہِ مومنان! اے ہادی و رسول!

عاجز و فقیر کا سلام ہو قبول

گھل گئی نظر مری بس اک دُعا کے ساتھ

سُرمہ ہو مرا جو اُن کے نقشِ پا کی دھول

چاند تیری چاندنی کا کیا کروں گا میں؟

میرے ساتھ ساتھ تُو اُسوہ رسولؐ

کیوں مہک پڑا چمن، تھا خوش خرام کون؟
 عنبر و گلاب و یاسمیں ہوئے فُصول
 اُن کی رہ سے ہٹ رہوں پہ ہر سے خزاں
 اُن کے سچے عاشقوں کی بات بات پھول
 صادقوں کی محفلوں میں ہر طرف بہار
 کاذبوں کے دشت و بَن میں سُر و بھی بھول
 ماؤ! بہنو! بیٹیو! ادھر نہیں ادھر
 چھوڑ کر گئے جو ہیں نمونہ بتول
 عشق اُن کے روضے تک تو لے گیا مجھے
 خود ادب نے پھر وہاں سکھا دیئے اُصول
 خونِ صد ہزار آرزو سے ایک نعت!
 عشق جان سوز ہے! نہ ہو کسی کی بھول

یا وحیب

قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُضْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لَا خِدْفَ فَا فَعَلْ)) ثُمَّ قَالَ لِي: ((يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحْيَانِي وَمَنْ أَخْيَانِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ))

(رواه الترمذي، كتاب العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع)

”انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو صبح اور شام اس حالت میں کرنے کی قدرت رکھے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے حسد اور بدخواہی نہ ہو تو ایسا کر پھر مجھ سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! یہ عمل میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اُس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔“

حبیب سید کونینؑ ہونے کی تمنا ہے

بس اس قیمت پہ ہر اک چیز کھونے کی تمنا ہے

بُرا کیا ہے اگر اس دُکھ میں یہ آنکھیں ہی بُجھ جائیں

اب اُن کی دید تک پیہم ہی رونے کی تمنا ہے

میں اُن کے پیار کے جھنڈے لگا دوں ایک اک دل میں

کبھی کے دل میں اپنا دل سمونے کی تمنا ہے

ہیں دیوانے تو دیوانے! انھیں اشکوں کی کیا قلت
 کہ فرزانوں کو اس میٹھ میں بھگونے کی تمنا ہے
 ہے کیا عشق، وہ غم میں ہمارے خون میں ڈوبیں
 ہمیں لیکن یہ غم اشکوں سے دھونے کی تمنا ہے
 وہ اُن کے نام کی حرمت! ادھر یہ سر سلامت بھی
 جگر کے خوں سے اب یہ داغ دھونے کی تمنا ہے
 کسی کی ہے تمنا ہوں ز میں پر تخت سونے کے
 کسی کی مدفن طیبہ میں سونے کی تمنا ہے
 اگر نہ جام کوثر تک ہی اپنے چشم و لب پہنچے
 عبث پھر بارِ جسم و جان ڈھونے کی تمنا ہے!
 خیال و خواب سے نظروں سے تصویریں ہٹا دو گر
 نگہ میں جلوہ جاناں سونے کی تمنا ہے
 سلاموں سے دُرودوں سے مُعطر ہو مرا جیون
 بچی سانسوں میں یہ غنچے پرونے کی تمنا ہے!

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

سیدنا حضرت بلال

سیدنا بلال عَیْشِیؓ، مَوْدِّ بنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے سچے عاشق زار۔ مؤرخین فرماتے ہیں کہ جب سیدنا حضرت بلال بن رباحؓ کی وفات کا وقت آیا تو ترنم سے یہ شعر پڑھنے لگے:

عَدَا نَلْقَى الْأَجْبُ — مُحَمَّدًا وَصَحْبَهُ

موت کا قُرب بھانپ کر آپؐ کی اہلیہ محترمہؓ پکار اُٹھیں: "وَإِنِّي لَأَهْلُ رِجَالٍ" "ہائے رے مصیبت!" اس پر بلالؓ فرمانے لگے: "وَإِنِّي لَأَهْلُ رِجَالٍ"۔

مرے سیدؐ!

ترے ایمان کی حدت

مجھے چودہ قرن کے بعد بھی

تیرے حسین تذکار میں

محسوس ہوتی ہے!

میں اپنے گوشِ دل کو آج بھی جب

جانبِ طَیْبہ جھکاتا ہوں

تری آواز پاتا ہوں!

مرے وجدان نے

تیری محبت کی تمازت کو
 سدا سمجھا ہے، جانا ہے
 ترا احسان مانا ہے!
 دہکتی ریت پر
 اُس چلچلاتی دھوپ میں
 تیرا اُحد کہنا —
 کبھی اُبنائے آدمؑ پر
 ترا احسان ہی تو تھا!
 یہی تھی وہ گواہی جس نے اپنے وقت کے
 ہامان اور فرعون کی نِخوت کو توڑا تھا!
 ترا ایمان ہی تو تھا —
 کہ جس نے رزم گاہوں میں
 لہو اُن کا نچوڑا تھا!
 یہ تیرا مان ہی تو تھا
 کہ جس نے جادہ ہمت پہ چھوڑا تھا —
 ستم کی چٹکیوں میں پستے جسموں
 آگ میں پامال روحوں کو!
 قیامت سے بہت پہلے
 قیامت تک جھنجھوڑا تھا!

مرے سید!

مرا ادراک —

تیری اُس نوائے سوز کو

اِس عکس اور آواز کے ہنگام میں

اِس بے خداِ علام میں

اب بھی یونہی محسوس کرتا ہے!

کسی دریا کنارے اک بیاباں میں

کوئی ایمان کی بستی

اذاں سے گونجتی ہے جب

مجھے سارے مناروں سب مآذن سے

بدائے عشق تیری

گونجتی محسوس ہوتی ہے

دلوں میں راحتوں کے بیج بوتی ہے!

فضا جب لمحہ تو حید سے پُر نور ہوتی ہے

میں اُس آواز پر لبیک کہنا چاہتا ہوں —

مگر محروم رہتا ہوں!!!

کہ میرے عہد کے جھوٹے خداؤں نے

ترے ایام کے اُن دیوتاؤں سے

جفا کے یہ سبھی انداز کیے ہیں!

مرے سید!

مرے دل نے

تری عظمت کو رفعت کو

ہمیشہ یاد رکھا ہے!

کہ یومِ فتحِ اعظم پر

ترے محبوب کا تجھ کو

اور ابنِ زید کو لے کر

دروںِ کعبہ اطہر

وہ سجدہ ریز ہو جانا! ❁

مجھے جب یاد آتا ہے

تو یہ تاریخ کا قصہ

مراایماں بڑھاتا ہے!

غلاموں کی غلامی پر

مجھے تب رشک آتا ہے

مجھے آزادیاں یہ کھلنے لگتی ہیں

مرے من میں بغاوت کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں!

تب ان آفاق و انفس کے سبھی جھوٹے خداؤں کی

قبائیں جلنے لگتی ہیں!

غلامی اور غلامی اور غلامی کی ادائیں

قالبِ خاکی میں میرے
ڈھلنے لگتی ہیں!

مرے سید!

یہاں ان برف زاروں میں
کہیں چودہ قرن کے بعد بھی

تیری محبت کے شرارے
مجھ سے کہتے ہیں —

محمدؐ کی غلامی سے

جو دل آزاد رہتے ہیں

کہاں آباد رہتے ہیں!

✽ غزوہ مکہ کے موقع پر رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہونے والی دو مبارک ہستیاں ایک آزاد کردہ غلام (جال) اور ایک آزاد کردہ غلام (زیٹ) کے بیٹے (اسامہؓ) کی تھیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت ابوسفیان

جیتا تھا بتوں کے لیے اب حق پہ فدا ہوں

تم میری محبت کا اِمالہ بھی تو دیکھو

”احزاب“ میں مطلوب تھا ”یرموک“ میں طالب

تاریک شبوں کا یہ اِزالہ بھی تو دیکھو

وہ دن بھی تھے یہ نور بجھانے کی تڑپ تھی

اب ماہِ مدینہ کا یہ ہالہ بھی تو دیکھو

محبت فیصلہ کن ہے!

((اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنِي حُبُّهُ عِنْدَكَ، اللَّهُمَّ مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أَحْبَبْتُ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً

لِي فِي مَآئِثِ حُبِّكَ، اللَّهُمَّ وَمَا رَزَقْتَنِي عَنِّي مِمَّا أَحْبَبْتُ فَاجْعَلْهُ لِي فَرَاغًا فِي مَآئِثِ حُبِّكَ))

(رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن یزید الخطمی رحمہ اللہ کتاب الدعوات)

”یا اللہ! مجھے نصیب فرما دیجیے اپنی محبت اور محبت اُس کی ___ جس کی محبت آپ کے نزدیک

___ میرے لیے فائدہ مند ہو۔

یا اللہ! (جس طرح) آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے جو کچھ مجھے پسند ہے ___ تو کر دیجیے اُسے مُعین میرا

___ اُس کام میں جو آپ کو پسند ہے۔

یا اللہ! اور جو کچھ دُور کر دیا آپ نے مجھ سے اُن چیزوں میں سے جو مجھ کو پسند ہیں ___ تو کر دیجیے اُسے

میرے حق میں فراغت ___ اُن چیزوں کے لیے جو آپ کو پسند ہیں۔“

جفا اور جور و استکبار و فحوت ___ کی صلیبیں

ہر طرف چاہے جڑی بھی ہوں!

ستم اور سربرست ___ کی فصیلیں

جس قدر چاہے بڑی بھی ہوں

صداقت کی کندیں

ان کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں!

بدن اور روح کے بندھن وہ گر چہ توڑ دیتی ہیں

مگر تاریخ شاہد ہے

یہ نوبت بیت جاتی ہے

محبت فیصلہ کُن ہے

محبت جیت جاتی ہے!

محبت!... اور کیا ہے یہ؟

بس اک صبحِ عزیمت — شامِ پیمانِ وفا ہے یہ

سفر کی ابتدا اتا ایتھا

ہر مرحلہ ہے یہ

محبت راہِ دردانِ زخم خوردہ کا سہارا ہے

محبت ڈوبنے والوں کی ناؤ ہے، کنارہ ہے

کبھی اوجھل نہیں ہوتا

محبت دن کا تارا ہے

کبھی پر آشکارا ہے

کہ یہ برگِ گل و شاخِ نشیمن پر ہمیشہ تخت آرا ہے

محبت کو ہر اک موسم گوارا ہے

کبھی بادِ بہاری میں گلوں کو یہ ہنساتی ہے

کبھی پتِ جھڑکی شاموں میں چمن بھر کو رلاتی ہے

محبت گلشنِ ہستی میں یوں بھی

عدل کی میز اس سجاتی ہے...
 کہیں اپنوں کو بے گانہ بتاتی اور
 کبھی ایسا بھی کرتی ہے
 مسافر! اجنبی! اُن جان لوگوں کو
 درونِ خانہ دل تک کا یہ مہماں بتاتی ہے!!
 اسے اظہار کے پھولوں کی چادر نہ ملے پھر بھی
 بہارا اپنی دکھاتی ہے وجود اپنا جتاتی ہے
 بتاتی ہے
 محبت فیصلہ کن ہے
 محبت جیت جاتی ہے!
 محبت کے مسافر!
 یہ بتا — کیسا مفر ہے یہ؟
 کہ جب ملے ہو چکا پہلے
 محبت کا سفر ہے یہ!
 یہاں پر آبلہ پائی کی کوئی حد نہیں ہوتی
 دکتے ریگزاروں میں بھی یاں ہرگز
 سراپِ یاس کی آمد نہیں ہوتی
 یہ لے کر آس آتی ہے

دعا کی تتلیاں بن کر جو — تابہ عرش جاتی ہے
 خطاؤں کے عوض، بازارِ رحمت سے
 گل وریحان لا کر ایک نخلستاں سجاتی ہے!
 شکستہ، رینختہ، بے ہمتوں کو
 غم کے ماروں کو
 یہ پھر اک نغمہ ازل سناتی ہے
 محبت فیصلہ کن ہے
 محبت جیت جاتی ہے!

محبت کا مقدر
 دو جہانوں کا اُجالا ہے
 محبت شافعِ محشر کی اُلفت کا حوالہ ہے
 محبت نے ہمیشہ بے سہاروں کو سنبھالا ہے
 محبت محورِ دعوت ہے، ٹوٹے دل کا بالہ ہے
 محبت نے ادب کو خُلق کے قالب میں ڈھالا ہے
 محبت نور ہے، پاکیزگی کی ایک مالا ہے
 یہی روحِ قرارِ بندگی بھی ہے
 محبت جب تلک ہے، زندگی بھی ہے!
 اندھیروں میں یہی ہے جو

چراغِ رَہ چلاتی ہے
شبِ دیبجور میں اہلِ حمیت کو
یقین کی رَہ چلاتی ہے!
محبت فیصلہ گُن ہے
محبت جیت جاتی ہے!

محبت کے جواہر
ہر اُنق پر جلوہ آراہیں
محبت کے ظواہر
مہر و مہ ہیں، مثلِ پاراہیں
ہر اک 'سنگر' پہ ڈوبے —
خون کے دریا میں
یہ موتی!

چمک جن کی
کسی پت جھڑ
کسی پالے میں گھر کر
کم نہیں ہوتی!

مقدر کی ہوا جب اِن کو ساحل سے لگاتی ہے
دفا کی — آخری سانسوں کی ڈوری

جس سے میں ٹوٹ جاتی ہے
محبت، روح کو خوشبو کے دامن میں بساتی ہے
یہ خوشبو عالمِ فانی میں رہنے والے لوگوں کو
شکست و فتح کی بابت
یہی مژدہ سناتی ہے
محبت فیصلہ کن ہے
محبت جیت جاتی ہے!

دیا اک جلا دوا!

پاک و ہند کے اصلاحی سلسلے صدیوں تک دعوتِ توحید کی شمع روشن کیے، محبتِ الہی کی آگ سینوں میں بھرتے رہے۔ ان خانقاہوں سے نکلنے والوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں رسمِ شیریؑ بھی ادا کی اور جہادِ فی سبیل اللہ میں نکل کر وہ اُجلے کردار اور نمونے پیش کیے کہ صحابہ کرامؓ کے اُسوے کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ انھی اللہ والوں کی دعوت و اخلاص کی برکت سے دنیا کا یہ سب سے بڑا بُت کدہ اہل اسلام کا بڑے عظیم بن گیا۔

قلب و زبان کو ہمیشہ یادِ الہی سے معطر رکھنا، قلب و جوارح کو معصیت سے بچانا، عبادت و سلوک میں درجہ احسان حاصل کرنا، گناہوں سے نفرت اور گنہگاروں سے محبت رکھنا۔۔۔ اصلاحِ باطن کے یہ وہ درس تھے جنہوں نے بقول مؤرخِ ملت سید ابوالحسن علی ندویؒ [م: ۱۹۹۹ء] کتنے اللہ والوں کو ”چلتی پھرتی خانقاہوں اور دوڑتے بھاگتے مدرسوں“ میں تبدیل کر دیا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے اصلاحی سلسلے سے گزرنے والے سید احمد شہیدؒ، شاہ سلیمان شہیدؒ اور شہدائے شامیؒ انہی حجروں سے نکل کر آسمانِ ارشاد و عزیمت پر چمکے اور یہ اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں تھیں کہ جن کے دعوتی و اصلاحی فیوض کی بدولت شورشِ مرحومؒ نے کہا ع

کہ ہے ہندوستان اسلام کا منت گزرا اب تک!

صرف امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کی مساعی و دعوت و جہاد کے جو نتائج نکلے۔۔۔ مؤرخِ ملت علی میاںؒ

_____ مولوی عبدالاحد صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”حضرت سید احمد صاحبؒ کے ہاتھ پر چالیس (۴۰) ہزار سے زیادہ ہندو وغیرہ کفارِ مسلمان ہوئے اور تیس (۳۰) لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو سلسلہ بیعت آپ کے

خلفاء اور خلفاء کے ذریعے تمام روئے زمین پر جاری ہے اس سلسلے میں تو کروڑوں آدمی آپ کی بیعت میں داخل ہیں۔“

((تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم (جلد دوم) سیرت سید احمد شہید (صفحہ نمبر ۵۳۰-۵۳۱))

اسی کتاب میں آگے (ص ۵۳۷ پر) ”تزکیہ میں نیابت نبوت“ کے زیر عنوان آپ رقم طراز ہیں:

”انبیاء کی بعثت کا مقصد پورا کرنے کے لئے اور اُن کی برکات پہنچانے کے لئے تزکیہ بھی اتنا ہی ضروری کام ہے جتنی کتاب و حکمت کی تعلیم۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ تعلیم ہے اور وہ (تزکیہ)۔ تربیت اور تکمیل انسانیت کے لئے دونوں کی ضرورت ہے۔“

یہ نظم انہی سلاسل طریقت کی اصلاحی تربیت اور دعوت کے اعتراف و تعارف میں لکھی گئی ہے۔ کاش اہل جہاد کو بھی کوئی یہ راہیں مجھا دے۔

تمھارا وہ گھر اور جو گھر کے مکین ہیں
بہ خلد بریں وہ سب اتنے حسیں ہیں!
کہ اُن کی حقیقت کو پانے کی خاطر
سبھی اپنی غزلیں، فسانے مٹا دو!
بسا لو انھیں شیش محلوں کو دل میں

حجابِ نظر ہر تمنا، ہٹا دو!

غنیمت ہے یہ زندگی، اور کیا ہے!
اسے راحتِ جاں کا اُسوہ سُجھا دو
جو ڈھل کر جرا سے اِدھر آرہا ہے
وہی جادہ، نورِ غم کی دوا ہے

اُسی پر لگا دو، اُسی پر چلا دو!

تجبد کے فتنوں کو نیچا دکھا کر
 تشبہ سے غیروں کے، دامن بچا کر
 وہ سجدہ گزارو سرشامِ ہستی
 چُجے آتیش میں — سبھی بُت گرا دو!
 پڑھو سَمَتِ جنت جو لے جائے تم کو
 لکھو، قبر میں جو نہ شرمائے تم کو

نگاہوں پہ تقویٰ کی چھلنی لگا دو!

یہ بے نور آنکھیں، یہ رُوحوں کی بستی
 یہ گھر گھر میں 'تھیٹر' یہ عصیاں کی بستی
 خلاوت ہے ایماں میں، نہ کیف و مستی!
 محبت کو ہے آج خلقت ترستی

اسے جامِ اُلفت پلا کر جگا دو!

یہ صبحیں نہ شامیں، زماں نہ مکاں ہی
 نہیں بستیوں میں تو کچھ جاوِداں ہی
 اُٹھو، دل لگی کے کھلونوں کو توڑو
 رُخِ زندگی جانپ خیر موڑو!
 یہ دل طاقِ نیاں میں کب سے پڑا ہے
 اسے دیکھو بھالو، اسے حق سے جوڑو!

دُکانیں یہ جاہ و خُشَم کی بڑھا دو!

یہ خوابوں کے خرمن، اُمنگوں کے گلشن
 اُس اک کی طلب میں، مری جاں! کھپا دو!
 ہو ذکرِ الہی ہی مونس تمہارا
 خراباتِ نفس پریشاں گرا دو!
 تہہ دل سے کلمہ پڑھو پھر وفا کا
 دیا اک جلا کر، سبھی کچھ بُجھا دو!

مخلوں کا ارادہ ہے کسی اور جہاں میں

رَبِّ اٰیْنِ لٰی عِنْدَكَ بَیِّنَاتٌ فِی الْجَنَّةِ (التحریم: ۱۱)
”اے میرے پروردگار! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا“

مخلوں کا ارادہ ہے کسی اور جہاں میں
تعمیر کا وعدہ ہے کسی اور جہاں میں
تاریک ترے شہر سے ہاں دُور وہ پُر نور
اک منزل و جادہ ہے کسی اور جہاں میں
رہنا تجھے دائم ہے وہاں دل مرے، لیکن
محنت تری زیادہ ہے کسی اور جہاں میں
میدان تہی ہیں کسی ماہر کے ہنر سے
اور اپنا پیادہ ہے کسی اور جہاں میں
میکالے کے مکتب میں کہاں درو کی دولت؟
یہ مینا و بادہ ہے کسی اور جہاں میں

پو شاکِ فقیری میں کوئی شاہ پھرے ہے
اتنا نہیں سادہ، ہے کسی اور جہاں میں
پلکوں سے چنا کرتا ہے کانٹے وہ خوشی سے
راحت کا لبادہ ہے کسی اور جہاں میں
اے ماں! تجھے راضی کسی دن کر ہی میں لوں گا
تجھ سے مراد وعدہ ہے، کسی اور جہاں میں

دُھوپ نکلنے تک، اعتبار مت کرنا

دُھوپ نکلنے تک اعتبار مت کرنا
موم کے ستونوں پر انحصار مت کرنا
آندھیوں سے دشمنی رکھنا چاہتے ہو نا!
ریت کے گھروں سے پھراتنا پیار مت کرنا
آدمی کے مَن میں بھی اک محاذ ہوتا ہے
بس پرائے دشمنوں ہی پہ وار مت کرنا
سچ کی ناؤ پر ہو گر، بادبان کھول کر
مُوافق ہواؤں کا انتظار مت کرنا
پھر نہ کوئی بادشاہ چھین لے یہ کشتیاں
سادہ اپنے علم کو تاب دار مت کرنا
مغربی سفینوں نے ڈوبنا ضرور ہے
اپنے نونہالوں کو یوں سوار مت کرنا
بحر صبر میں ہے جب، ڈوبنا ہی زندگی
آخری نَفَس تک، اس کو پار مت کرنا

خاک تھے پہلے بھی تم، خاک ہو گے بعد بھی

بچ میں بھی خاک نشینوں سے عار مت کرنا

خار ہی کے دم سے ہے ہر چمن کی آبرو

دامنوں کو جھاڑ کر، خود کو خوار مت کرنا

سارے سچ ہی بولنے، لازمی ہیں کب بھلا؟

اجتہادی یہ خطا بار بار مت کرنا

ن کے دشمنوں کی بات، دوست کو کہے جو چپ!

ایسے کم نگاہ کو راز دار مت کرنا

سب انا کے واسطے توڑ دیتے ہیں اصول

تم تو مطمح نظر — جیت ہار مت کرنا

ماں! بچھڑ کے، تو مجھے جنتوں میں پائے گی

اس زمین پر مرا انتظار مت کرنا!

مسافروں کو تراپیاریوں سہارا ہو!

مسافروں کو تراپیاریوں سہارا ہو

نہ کوئی دوسرا نگر اُنھیں گوارا ہو

شکوں جب اختتام ساری دشتوں کا ہے

تو اپنے گھر سے مجھے دشت کیوں نہ پیارا ہو؟

وہی جواں نہ کیوں ہو لائقِ فدا، اے ماں!

تری بجھی ہوئی آنکھوں کا بھی جو تارا ہو

وہ چُن لیا ہو جسے حق نے اپنی راہوں میں

تلاشتے ہو اُسے کیوں؟ بھلا تمھارا ہو!

سفر میں ساتھ کا وعدہ ہے، شرط ہے لیکن

کہ تن ہو خاک نشیں اور نظر ستارہ ہو

جسے دریا کے رُخ پہ تیرنا ہی آتا ہو

فرازِ کوہ اُس پہ کیسے آشکارا ہو؟

مٹھلیں گے بادبانِ عزم اُن سے کیسے؟ جب

شکوں ہو موج میں، کشتی لبِ کنارہ ہو

دکھا رہا ہے جو رستہ تمہیں اُجالے میں
ضروری تو نہیں شب میں بھی وہ ستارہ ہو

دلیل جب نہ رہی دستوں کے ہاں، تو کہا
کرے وہ بحث جس کو دشمنی کا یارا ہو!

میں عالی ظرف رقیبوں کا سامنا چاہوں
جنہیں فرار نہیں، ہارنا گوارا ہو

یہ کیسے لوگ ہیں ہر بزم میں جو کہتے ہیں
وہی صحیح ہے جو ہم نوا ہمارا ہو!

پرانے لوگ ہیں ہم، عہدِ نو میں جیتے ہیں
ہماری جانچ کو، معیار تو ہمارا ہو!

نہ پوچھو حالِ چمن مجھ سے، چاہتا ہوں یہ
جو دیکھتا ہوں وہ خود تم پہ آشکارا ہو

انہیں نہ دیکھنا جو ایک بازی جیت آئے
تجربہ اُس سے بھی لینا جو جنگ ہارا ہو!

محبت کی ہوا بن کر، کرم کے پھول برساؤ!

محبت کی ہوا بن کر، کرم کے پھول برساؤ!

چمن والو! بہارِ جاں فزا کی رُت میں ڈھل جاؤ

خزاں ہے، ہر طرف صیاد ہیں، سازش کے جالے ہیں

سبھی ہیں منتظر، اے پیچھیو! تم کب پھسل جاؤ

کرشمے بجلیوں کے، عکس اور آواز کے جادو

کہ چھوڑو شہہ سواری، بس کھلونوں سے بیکل جاؤ

زماں بدلا، زمیں بدلی، مکاں بدلے، قریں بدلے

مرے دل کے مکینو! یہ نہ ہو، تم بھی بدل جاؤ

اندھیرا چھا گیا اک مغربی برقاب سے من میں

بڑھا دو ذکر کی لو، نور کی رہ پر نکل جاؤ

اگر شفاف ہے آئینہ دل، پھر فتن کیسے؟

زمیں سے با عمل گزرو، فلک کو با اہل جاؤ

جو خود گرداب ہیں وہ کشتیوں کو کیا ترائیں گے؟

کہ موجِ صدق بن کر ساحلوں پر تم اچھل جاؤ

صلیبی جنگ سے غافل بھی، محوِ شغل بھی، گویا

کہ مچھر چھان لو، اونٹوں کو سالم ہی نگل جاؤ؟!

بُجھانا چاہتی ہیں آندھیاں جس شمعِ ایماں کو

تمہیں اُس کی حفاظت کے لیے پالشوق جل جاؤ

برائے غاصباں اک سنگِ آتش ریز ہو رہنا

برائے عاصیاں لیکن — بنو شمع، پگھل جاؤ

رہیں جذبات تابعِ عقل کے، اور عقلِ شرع کے

ہے اک سازش کہ تم جذبات میں بہہ کر پکل جاؤ

تمہیں پھسلے اگر تو قافلے والوں کا کیا ہو گا؟!

امیر کارواں! اُوروں کی خاطر ہی سنبھل جاؤ

شکاری ہو مجھے گرم، تو تانا کو ہاتھی والوں کو

کہ کچلو سانپ کا سر، مت لکیروں پر پچل جاؤ

شریعت جب نہ ہو تو پھر یہ طبلِ جنگ فتنہ ہے

کہیں بہتر ہے ریوڑ لے کے جنگل کو نکل جاؤ!

سرِ دشتِ لیلیٰ

رستے میں جو کانٹے آئے، پھولوں سے گوزیادہ تھے
منزل کے مُتکاشی چلتے رہنے پر آمادہ تھے
توشہ داں کی بات ہی کیا کہ ترکش تک میں کچھ نہ تھا
رات کے خونیں تیور تھے، لشکر بھی پاؤ افتادہ تھے
ایسے میں جب دل گھبرائے، رہ برنے اعلان کیا
ہم تو وہ ہیں جن کا ورثہ ایماں، عزم، ارادہ تھے
گرتے پڑتے پنچھی آخر پارِ افق کے جا پہنچے
مٹی کے گھر چھوڑ گئے جو، ہیروں کے دل دادہ تھے
مُشتِ خاک کے بدلے جو سودائے جنت کر گزرے
جانتی ہے دنیا بس اتنا — بے چارے تھے، سادہ تھے
ہم ہی کچھ کوتاہ نظر تھے، ہمت ہار کے بیٹھ گئے
ورنہ خُلد کو جانے والے رستے خوب کُشادہ تھے

بتاؤ کب تک یونہی جیو گے؟

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فداؤا نبي وآبي:
 ((مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يَجْهَرْ غَازِيًا أَوْ يَخْلُفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ يَخِيرَ أَصَابَةُ اللَّهِ سَبْخَانَهُ بِقَارٍ عَقِبَ يَوْمِ
 الْقِيَامَةِ))۔

(رواہ ابو داؤد، ابن ماجہ، الطبرانی، الدارمی، البیہقی)

”جس نے خود جنگ نہ کی یا کسی جنگ کرنے والے غازی کی تجہیز بھی نہ کی یا کسی غازی کی (غیر موجودگی کے دوران) اس کے گھر والوں میں بھلائی کے ساتھ اُس کی جاں نشینی (دیکھ بھال) بھی نہ کی ___ تو اللہ سبحانہ اُسے قیامت سے پہلے پہلے شدید جھکوں (یعنی تکلیفوں) سے دوچار کر دیں گے۔“

خلوص و مہر و وفا کا یہ امتحان ___ مری جاں بہت کڑا ہے

کہ آج قندھار کا مجاہد ___ نہ پتا میدان میں کھڑا ہے

مگر تمہارا یہ حال کیا ہے؟

نہ دل میں کانٹا جمیوں کا نہ ہاتھ اہل جفا کی جانب ہی بڑھ رہے ہیں

تمہارے بے یلکوں میں زر کے جڈِ دل تو روزا پر ہی چڑھ رہے ہیں

قریب کی بستیوں میں لیکن ___ صلیبی دل آگے بڑھ رہے ہیں

تو کیا مقابل میں پلٹیوں کے

کبوتروں کی مثال آنکھوں کو موند کر مطمئن رہو گے؟

بتاؤ کب تک ___ یونہی جیو گے؟

وہ قوم افغان جس کے آباء نے ہند میں ویں کو شان بخشی
 کہ توڑ کر سومات سے بُت سب اہل قبلہ کو آن بخشی
 تو کیا تمہیں اس کٹھن گھڑی میں یہ قرض تاریخ کا بھرو گے؟
 تم آج غوری و غزنوی کے عظیم بیٹوں کا ساتھ دو گے؟
 یا خواب گاہوں میں چھپ کے فوجِ عظیم کے منتظر رہو گے؟
 بتاؤ کب تک یونہی جیو گے؟

تمہیں حُدی خواں تھے کارواں کے، مگر یہ کیا ماجرا ہوا ہے؟
 رحیل کا فیصلہ تمہارا، موخر اتنا ہوا بالآخر
 کہ خیموں میں بیٹھے رہ گئے ہیں سبھی پیادے، سبھی مسافر
 ہے قافلہ منتظر تمہارا! اے رہ برو! کیا کھڑے بھی ہو گے؟
 بتاؤ کب تک یونہی جیو گے؟

یہ کیا ترقی ہے جس میں گھر کے تمہاری پہچان کھو گئی ہے؟
 خود آج ٹیپو و سید احمد کی رُوح حیران ہو گئی ہے
 کہاں ہے وہ منصبِ امامت کہ جس کے تم جانشین ٹھہرے
 تمہیں تھے جو ”ذوالفقار“ ایسی ___ درشتوں کے امین ٹھہرے!
 کہاں ہے تیغ و سناں تمہاری ہمیشہ جو پاساں رہی ہیں؟
 کہ اب گھروں میں جونچ رہا ہے یہ سازِ جنگ و رباب کیا ہے؟
 جو اپنی آنکھوں سے پی رہے ہو، بتاؤ تو اور شراب کیا ہے؟

یہ ستمِ قاتل، یہ 'میڈیا' کی مئے شبانہ —

کہ جس سے خالی ہے کوئی حجرہ نہ اہل دیں کا کوئی گھرانہ *

تو کب تک، فکرِ نارسا کی، بتاؤ اس کو غذا کہو گے؟

بتاؤ کب تک یونہی جیو گے؟

اُدھر بہ سمتِ شمال دیکھو، جہانِ خون و ملال دیکھو

صلیب کی اربعینِ قوموں کا ارضِ کابل میں جال دیکھو

سنو ذرا کیا وہ کہہ رہے ہیں —

اگرچہ تیر و کمان تانے، ہم آج میدان میں کھڑے ہیں

مگر ستم کے مہیب طوفان، ہمارے بس سے بھی کچھ بڑے ہیں!

تبھی تو مُستضعفین بن کے مدد... مدد... کہہ رہے ہیں کب سے

ستم ہر اک سہہ رہے ہیں جب سے!

تمہارا رستہ سنوارتے ہیں، تمہیں مسلسل پکارتے ہیں

ہمارے شہداء، تمہارے سُداء سے پوچھنے میں — ہیں حق بجانب

ہم اپنی جانیں بھی دار آئے — تم اپنے اموال تک نہ دو گے؟

نہ گولہ بارود ہی کی بابت، ستم زدوں کی ٹمک کرو گے؟

ہماری ذلت کا بس تماشا — یونہی مسلسل کیے رہو گے؟

بتاؤ کب تک یونہی جیو گے؟

❁ اِلَّا مَا رَجَمَ رَبِّي۔

جنت کی کوئی خوش بو اُس سمت بلاتی ہے

خوابوں سے جگاتی ہے، آنکھوں کو چلاتی ہے
کانٹوں پہ چلا آخر، پھولوں میں بساتی ہے
جنت کی کوئی خوش بو اُس سمت بلاتی ہے!

حرمین کے عابد تو، اُس لطف کو کیا جانے؟
رہ رہ کے تڑپ جس کی، مقتل کو چلاتی ہے
جنت کی کوئی خوش بو اُس سمت بلاتی ہے!

پھولوں کے تمنائی، موسم کی تو خُ سمجھیں
جب بادِ بہار آئے، کانٹے بھی کھلاتی ہے
جنت کی کوئی خوش بو اُس سمت بلاتی ہے!

کیوں غم ہو جدائی کا، اِس گردشِ دُوراں میں
ہر صبح کی تحلی پر اک شام بھی چھاتی ہے!
جنت کی کوئی خوش بو اُس سمت بلاتی ہے!

ہندی ہو، حجازی ہو، تُرکی ہو، ہراتی ہو
اللہ کی اک رسی، اُمت کو ملاتی ہے
جنت کی کوئی خوش بو اُس سمت بلاتی ہے!

پھولوں کی طلب ہے نہ گلستاں کے لیے ہے

پھولوں کی طلب ہے نہ گلستاں کے لیے ہے

افغاں سے محبت مری ایماں کے لیے ہے

اس دشت میں آباد مرے دل کی ہے دنیا

صحرائی یہ اس خانہ ویراں کے لیے ہے

خوں ہونہ جو ارمانوں کا منزل کا مزا کیا؟

کانٹوں سے ڈھکی راہ گلستاں کے لیے ہے

کیوں پرورشِ جسم کے سامان میں گم ہوں

خود جسم بھی جب قبر کے سامان کے لیے ہے

پامال کر اس نفس کو تو خانقہوں میں

ہاں جان تری شورشِ میداں کے لیے ہے

جس جنگ میں تمیز نہ ہو ناحق و حق کی

شایاں وہ کہاں مردِ مسلمان کے لیے ہے

اے جادہ طیبہ سے مجھے روکنے والو!
اب میرا قصد محفلِ جاناں کے لیے ہے
اس غم کدہ زیت میں تھا تو نہیں میں
خلوت کدہ دل کسی مہماں کے لیے ہے
یہ جان عطا جس کی ہے قربان اُسی پر
جینا مرا، مرنا مرا رحماں کے لیے ہے!

امریکی ڈرون حملے

بچے تھے!
اور چھپن چھپائی کھیل رہے تھے
بہنیں تھیں!
اور ندیا سے ڈھوتی تھیں پانی
اتاں کھانا پکا رہی تھیں
باپ اور بھائی مسجد سے لوٹے ہی تھے کہ —
اتنے میں گونجا اک کڑکا
بجلی چمکی، شعلہ بھڑکا
دُور کہیں، اسکرین، پہ بیٹھا
بربطِ قیصر کا سا زندہ
جنگِ صلیب کا اک کارندہ
اپنے ہاتھوں کے کرتب سے
خونی داؤ کھیل چکا تھا!
دجالی آتش دانوں سے
آگ کا گولہ ریل چکا تھا

مٹی تنکوں کے چھپر کو
 لمحہ بھر میں ٹھیل چکا تھا!
 اب لمبے کے ان ڈھیروں میں
 کھیل نہیں تھا
 ڈول نہیں تھے
 اللہ ہو کے بول نہیں تھے!
 لہو رسیدہ — بدن دریدہ
 پھول پراندے بکھر چکے تھے
 غنچے کھل کر نکھر چکے تھے!
 دُور کہیں 'اسکرین' پہ بیٹھا
 بربطِ قیصر کا سازِ زندہ
 نقشے میں دُھت ایک درندہ
 بازی اپنی جیت چکا تھا
 دوزخ، جنت کی تقسیم کا — نازک لمحہ بیت چکا تھا!

مانتے ہیں سب
 'دُرون' غضب ہیں!
 پر کچھ ناداں یہ کہتے ہیں
 اس غم کا چند لوگ سبب ہیں!

سوچتا ہوں یہ لوگ عجب ہیں!
 کیا ان کو معلوم نہیں ہے
 یہ پردازیں خود شاہد ہیں
 نیچے خاک نشینوں میں یاں
 کچھ اہل ایماں رہتے ہیں
 اُمت کے زخموں کو یہ سب
 اپنے سینوں پر سہتے ہیں
 سودھرتی کے آگن میں جب
 دین کے پہرے دار نہ ہوں گے
 فضا سے ڈرون کے وار نہ ہوں گے!
 خوف و خطر آزار نہ ہوں گے
 نہ ہی لوگ یہ کڑھتے ہوں گے
 لیکن دھرتی کے آگن میں
 علم صلیبی اڑتے ہوں گے؟!

ملت کی شان

حق کا میدان — افغانستان

ملت کی شان — افغانستان

کشور نیک شہیدوں کی
ملت کی امیدوں کی
حق و باطل کی بابت
وعدوں اور وعیدوں کی

جائے پیمان — افغانستان

افغانستان — افغانستان

غزنی کے سالار یہاں
درویش قندھار یہاں
فخر خاک نشیناں ہے
ملا کا کردار یہاں

ملت کی آن — افغانستان

افغانستان — افغانستان

اک تاریخی راز ہے یہ
قرون کا اعزاز ہے یہ
قلب اگر ہے ملت کا
ارضِ قدس و حجاز ہے یہ

اور اس کی جان — افغانستان

افغانستان — افغانستان

غیرت اپنی فطرت ہے
خصلت اپنی ' جرأت ہے
دشمن تک کو حیرت ہے
حق تعالیٰ کی نصرت ہے

ارضِ فرقان — افغانستان

افغانستان — افغانستان

دہشت کے نظارے یہ
خون کے بہتے دھارے یہ
اللہ والوں کے حق میں
ہاتھوں کے انگارے یہ

اک گلستان — افغانستان

افغانستان — افغانستان

آج ترقی اور ہے کیا؟
دنیا میں بس دھنستا جا
چھوڑ اس آب و گل کو چھوڑ
تاروں کی محفل میں آ

ہے نکہشان — افغانستان
افغانستان — افغانستان

جن کی خاطر کٹ گئے ہم
اُس اُمت کے اور ہیں غم
دنیا کے سب پیچ اور خم
تج دے، کر سامان بہم

اور دل میں ٹھان — افغانستان
افغانستان — افغانستان

شہیدی حملے ہیں لا جواب!

شہیدی حملے، شہیدی حملے، شہیدی حملے ہیں لا جواب
 صلیبیوں سے، یہودیوں سے لیا ہے ہم نے کڑا حساب
 کدھر سے نکلے، کہاں پہ ڈوبے، نہیں ہے ان کا کوئی مآب
 یہ نیم شب میں چمکتے تارے، خزاں رتوں میں کھلے گلاب!
 تڑپتے بچے، سسکتی مائیں، گری مساجد، جلی کتاب
 ہمیں اے امریکیو! ستا کر، نہ دیکھو امن و اماں کے خواب
 بہایا صدیوں جو خون تم نے، ہماری نسلوں کا بے حساب
 بلایا اُمت نے پھر جو ہم کو، تو کیوں نہ ہوں آج باریاب!
 ہماری اقصیٰ جلے محض کیوں ہمارا قندھار ہو خراب؟
 تمہارے محلوں پہ آنچ آئے نہ کیونکر ان پہ گرے عذاب!
 ڈکھوں کا اب کچھ نہیں مداوا، سوائے اس کے نہیں جواب!
 بھسم کریں ہم قلعے تمہارے، زمیں کریں اپنی بازیاب!
 شہیدیوں کے چلے قواہل، وہ بن کے مالک کا انتخاب
 بہ شہر کابل، بہ مہر بچھوں، بہ سمتِ غزنی، بہ فاریاب!

برائے یورپ جہادِ افغاں درِ جہنم ، رہِ عقاب

ہماری خاطر تو رب نے کھولے ہیں دائمی جنتوں کے باب!

نبیؐ کی گستاخ ہیں جو قومیںؑ یہی ہے اُن سے رہِ خطاب

اُڑا کے خود کوؑ منائیں اُن کوؑ حضورِ حق میں ہوں کام یاب!

مُلّائے افغان

امارتِ اسلامیہ افغانستان کی جہادی تحریک قندھار کے اُن درویش صفت غازیوں نے شروع کی تھی جو جہادِ افغانستان ضد الروس کے نتیجے میں آزا دہونے والی مملکتِ افغانستان کو شریعتِ اسلامی سے بہرہ مند دیکھنا چاہتے تھے۔

اپنی سادگی، طبع، جذبہ دینی، حمیتِ ملی، غیرتِ ایمانی اور بلند ہمتی کی وجہ سے 'میا دین جنگ' میں ___ تاریخ کے ہر نازک موڑ پر ___ اسلام کے جو مجزوات ظاہر ہوتے رہے، بے شک یہ انھیں خاک نشینوں کی کرامت ہی تھی۔ کارِ جہاد میں دور اندیشی و سنجیدگی اگر کوئی معنی رکھتی ہے تو یہ انھیں درویشوں کا توشہ ہے، بالفاظِ اقبال:

افغانیوں کی غیرتِ دینی کا ہے علاج

ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

بس اس کے مصداق آج نخطے میں ساری سازشوں کا مرکز و مدار یہ ہے کہ کسی طرح افغان نسل کو بے دین کر دیا جائے، اور اسے جدیدیت و مغربیت کی راہ پر ڈال دیا جائے۔ مدر سے کی جگہ مونٹیرئی، افتاء کی جگہ ریسرچ اکیڈمی، فقہ کی جگہ دستورِ قضاء کی جگہ مقننہ اور نظامِ شریعت کی جگہ نظامِ جمہوریت کو لا کھڑا کیا جائے۔

دیکھئے یہ ہمہ گیر جنگ کون جیتتا ہے، ملا یا مسٹر؟ لیکن اتنا ضرور ہے کہ جنگ کا نتیجہ پورے عالمِ اسلام کے مستقبل، اس کے ارکان و افراد اور ان کے دین و دنیا پر پڑے گا۔

موجودہ جنگ کو سہارا دینا دراصل آئندہ صدیوں میں اسلام اور اہل اسلام کے مستقبل کا تعین کرنے کے مترادف ہے۔

رُفعتوں کا سفر کتنا آسان ہے، راہِ سُنّت ہے اور نورِ قرآن ہے
 کیا بچانا متاعِ جہاں دو ستو، اپنی گُل کائنات ایک ہی جان ہے
 لوگ کہتے ہیں سودا جُتوں کا ہے یہ ایسی دُشام کا حق کہاں ہے انھیں؟
 عَقْل جن کو فنا کی طرف لے گئی، کیا وہ جانیں بقا کی یہی شان ہے
 معرفت کی اگر منزلیں ہیں کوئی، خود شناسی کی راہوں میں آتی ہیں یہ
 جانچنا قیمتِ جاں، چُکانا اُسے، بس یہی اُدجِ علم، اصلِ عرفان ہے
 اِس سے آئینِ نو کا تقاضا نہ کر، نہ سکھا اس کو حِجّت کے بیچ و ہنر
 اپنے آباء کی تقلید ہے راز وہ، مردِ صحرا کی جو شوکت و شان ہے
 اِس سے معنی تو کُل کے پوچھا کر، دُرُز مگاہوں میں پھر جا کے اُترا کرو
 جتنی عمر اُن کے تیر اور نہشتر کی ہے، اُس سے کہہ نہ کہیں اِس کا ایمان ہے
 اُن سے کس نے کہا تھا کہ سرِ وِال دیں؟ اہلِ یورپ نے بویا جو، کانا کریں
 اپنی تدبیر کا اب تماشا کریں، پھر صلیبی ہیں اور ضربِ افغان ہے
 آج تو اِس کی کم مائیگی پر نہ جا، ہاں مگر حق، ہم سائیگی کر ادا
 تیرے ایمان کا یہ نگہ بان ہے، حُضُنِ مِلّت یہ مِلّائے افغان ہے

کوئی تو ہو جو محاذوں پہ اُن کا ساتھی ہو!

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ
(الأنفال: ۷۳)

”اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ (تو مومنو) اگر تم یہ کام نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد پھیلے گا۔“

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں؛

((لَا اَمْتَعَ بِسُوْطِیْ سَبِیْلَ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُخْجَّ حَجَّةً بَعْدَ حَجَّةٍ))

(مجمع الزوائد للہیثمی، رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات)

”اگر میں فی سبیل اللہ (جہاد کے) سامان میں ایک کوڑا بھی دے دوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں (نفل) حج پہنچ کیے جاؤں۔“

کہاں ہیں اہل فکر؟ جن کی سوچ کے دھارے
مری مظلوم اس اُمت کا رُخ بدل ڈالیں
کدھر ہیں اہل ہنر؟ جن کی دست کاری سے
ستم زدوں کو میسر ہوں تیغ اور ڈھالیں
کہاں گیا وہ مُعلّم؟ جو میرے بچوں کو
”حسن“، ”حسین“ کے اُسوے کا درس سکھائے

میں ڈھونڈتا ہوں شہر کا طبیب جس کا فن
 کسی محاذ پر تڑپتی جاں کا مرہم ہو!
 کدھر ہے میرے محلے کا خوش نوا واعظ؟
 جو کافروں کے تسلط پہ آج برہم ہو
 کہاں گئے محققین؟ جن کی تحقیقیں
 عدو کے ٹینک اور توپوں کا توڑ ہی کر دیں
 کہاں ہیں مایہ ناز وہ مہندسین؟ کہ جو
 صلیبیوں کا بُرج بُرج آگ سے بھر دیں!
 کدھر گئے وہ پڑھے لکھے؟ جو یہ کہتے تھے
 جہالتوں سے نمٹنا بہت ضروری ہے!
 ستم کے سَیل تو گزرے، سروں سے اُمت کے
 ہَنُوز اُن کی تیاری مگر ادھوری ہے!
 حرم سراؤں میں ملت کے غم میں گھلتے ہیں
 اور ان کی بے بہا صلاحیت کے سَیم و زر
 حرص، ہوس کی منڈیوں میں روز تکتے ہیں!
 اور ایسی تار شبیوں میں مرے وہ کلمہ گو
 ”مدد! مدد!“ پکارتے ہیں، ایسے رُلتے ہیں!
 کہیں شیشاں و کاشغر کی قتل گاہوں میں
 کبھی برما و بدخشان کی جنگا ہوں میں!

کوئی تو ہو جو محاذوں پہ اُن کا ساتھی ہو!
 کہ جس کے پاؤں تلے ابرہہ کا ہاتھی ہو
 کوئی اب آ کے ہنر اپنے آزمائے تو!
 عدو کے ٹینک اور توپ کو اُڑائے تو!
 صلیب والوں سے بہنیں کوئی چھڑائے تو!
 پلید ہاتھوں کے بھڑکائے ہوئے شعلوں سے
 قرآنِ پاک کے اوراق کو بچائے تو!

بس اپنے خواب تم دے دو!

نئی دنیا (امریکا) میں جا بے دوست عرفان خورشید ___ اور
پردیس چلے جانے والے بھی دیگر رفقاء کے نام!

مجھے تم سے محبت تھی!

محبت اس قدر ___ جو غم کے سب رشتوں پہ فائق تھی
محبت بے غرض ___ جو دل میں بس رہنے کے لائق تھی
ہناس ساری چاہت کی مگر ___ اک خود فراموشی پہ قائم تھی
کہ اپنے سامنے دنیائے دائم تھی!

زمین پہ بیٹھ کر ہم ایک سی تھالی میں کھاتے تھے
کوئی فکر جہاں تھی

نہ ہی اس کا غم اٹھاتے تھے!

ہماری سمت و احساسات

نصبُ العین اور جذبات ___ یکساں تھے!

عذاب و خواب ___ یکساں تھے!

مگر پھر یوں ہوا ___

اک دن

تمہارے خواب پلٹا کھا کے

تم کو اس نئی دنیا میں لے آئے

کسی اُجلی زمیں، نکھرے فلک، اونچی منازل دیکھنے کے خواب تھے!

— اور تم روانہ تھے!

(تمہارے ولولے اُس روز

میرے سب دلائل سے توانا تھے!)

ادھر میں بھی کہیں پر دُور

اپنے حال سے مجبور ہو کے

دشتِ پیائی کو جانکا!

کبھی جو میرے اپنے تھے

وہ سارے اب پرائے تھے!

... کہ واں مٹی کے گھر تھے اور

ٹپکتی چھت کے اوپر

آتش و آہن کے سائے تھے!

(مرے حصے میں یہ منظر

مری چاہت سے آئے تھے!)

ادھر تم بھی

نکل کے ان زمینوں سے
 ابھر کے برقی زینوں سے
 فلک کو چھونے والی بستیوں میں جگمگاتے
 کالج کے محلوں میں جا پہنچے!
 یہاں ایماں نہیں، انساں کی وقعت تھی
 یہاں محنت نہیں، لمحات پکتے تھے!
 مشینیں اب تمھاری دوست تھیں اور تم
 ترقی کی سبک رفتاریوں میں اُن کے ہم آہنگ تھے
 (جب کہ —
 تمھارے شہر والے میرے لوگوں سے مسلسل برسرِ جنگ تھے!)

زمانے نے بہت سی کروٹیں بدلیں!
 بہت کچھ بارشیں برسیں
 مرے بغداد و غرہ سے
 یہاں کشمیر و کانبل تک!
 یونہی اک روز میں
 افغان بستی کے کسی کھنڈر سے جب گزرا —
 مرے ماضی کی یادیں
 مجھ کو اپنے حال کی دنیا میں لے آئیں

وہاں اُجڑی زمیں، بکھرے مکین، ٹوٹے مقابر دیکھ کے یک دم
تمہارے خواب یاد آئے!

خیال آیا —

وہ سارے خواب اب کتنے نمایاں ہو چکے ہوں گے
سُہانی زندگی، راحت کا عنوان ہو چکے ہوں گے
تمہاری سوچ بھی جدت کے زینے چڑھ گئی ہوگی
تمہارے گھر کے قالینوں کے 'فر' کی بھی
طوالت بڑھ گئی ہوگی!

مہکتی کیاریوں میں بھی

کہیں 'ڈیزی' کہیں 'ٹیولپ' کھلے ہوں گے!

تمہیں لیکن وطن سے خط ملے ہوں گے —

کہ اپنے ہاں تو موسم 'کارپٹ' بمباریوں کا ہے!

سدا 'ڈیزی کٹر' کی آگ کی برسات رہتی ہے!

(یقیناً جانو —

مری اُمت یہ غم ہر روز سہتی ہے!)

مجھے یہ بھی خیال آیا

تمہارے پھول سے بچے — بڑے اب ہو چکے ہوں گے

خود اپنے پاؤں پہ وہ بھی — کھڑے اب ہو چکے ہوں گے

کبھی وہ 'نیا گرا' کے پانیوں میں جھومتے ہوں گے
 کبھی 'پکنک' منانے _____ 'ڈزنی لینڈ' اور 'ٹریڈ سنٹر' کی
 فلک کو چھونے والی بستیوں میں گھومتے ہوں گے!
 سمجھتا تھا کہ _____ میرے اور تمہارے درمیاں
 بس صرف 'ٹوئن ٹاو' ہی حائل ہیں!
 (مگر یہ ہٹ گئے
 پھر بھی تو دوری کم نہ ہو پائی!)

ارے ہاں _____ کہہ رہا تھا میں!
 تمہارے بیٹے بھی _____ 'آئی۔ٹی' کے ماہر ہو گئے ہوں گے!
 پرانی سوچ 'دقیانوسیت' سے کچھ تو باہر ہو گئے ہوں گے!
 معزز بیٹیاں _____ حقوقِ انسانی کے دفتر میں ملازم ہو گئی ہوں گی!
 کہیں مصروفیت میں خود سے بھی وہ کھو گئی ہوں گی
 تمہارے سر کی چاندی 'فرم' کی مٹی کو سونا کر گئی ہوگی
 تمہاری 'چیرٹی' کتنے غریبوں کی تجوری بھر گئی ہوگی!
 مگر اس سارے منظر میں
 بھلا خود تم _____ کہاں ہو گے؟
 کسی اُجلی زمیں، نکھرے فلک، اونچی منازل دیکھنے کے خواب
 آنکھوں میں سجائے _____

(اُن کبھی اک داستاں ہو گئے؟)

سنو!

تم سے محبت تھی!

بہت زیادہ محبت! اب مگر _____

اس کی جگہ _____ اکثر تو ہم دردی نے لے لی ہے!

دُعا کے رُوپ میں اب بھی یہ لیکن سر اٹھاتی ہے

کبھی جب یاد آتی ہے!

(فقیر بے نوا کے ہاں _____ بھلا اب اور کیا ہوگا؟

سوائے ان دعاؤں کے!)

میں اکثر سوچتا ہوں یہ

کسی خاموش سے لمحے

میں مل جاؤں گا مٹی میں، مگر کیا تم؟

مر اللہ نہ چاہے _____ کسی دن

’اولڈ ہاؤس‘ کی نذر ہو جاؤ گے؟ یا پھر

فلک کو چھونے والی جگہ گاتی بستیوں کے پاس ہی!

’ہڈن‘ کے ساحل پر جڑے _____ مجسمہ حریت کی چھاؤں میں

گم سم کھڑے ہو گے؟

کہیں تنہا پڑے ہو گے؟

(کہو تم ہی _____ کوئی انصاف ہے یہ بھی؟!)

اگر چاہو _____ !

تمہیں اک عذل کی تجویز دیتا ہوں _____

مرا مٹی کا گھر لے لو!

عوض اس کے مجھے _____ کچھ بھی نہیں

بس اپنے سارے خواب تم دے دو!

کسی اُجلی زمیں، نکھرے فلک، اونچی منازل دیکھنے کے خواب

ہاں دے دو مجھے _____ اے جاں!

میں ان خوابوں کی جا کر

اور کسی دنیا میں تعبیریں بنالوں گا!

ہمیشہ رہنے والے شیش محلوں میں

کسی دن اِذْ نِ حَقِّ پا کر _____

تمہارے نام کی تختی سجادوں گا!

(یہ قرضہ بھی چُکا دوں گا!)

زخم جدائی

اپنے ایک دوست — علی کی شہادت پر لکھے گئے اشعار جو ربع صدی (۲۵ سال!) سے زائد عرصے تک پہلے رُوس اور پھر زومبوں (امریکی و یورپی طواغیت) کے خلاف یک سوئی سے برسرِ جہاد رہے اور جب ۱۳۳۱ھ بمطابق جولائی ۲۰۱۰ء میں شہادت کا جام پی کر سُرخ رُو ہوئے۔ بقول شاعر۔

أَوْذِعُكُمْ بِدَمْعَاتِ الْعُيُونِ أَوْذِعُكُمْ وَ أَنْتُمْ لِي عُيُونِ
إِذَا لَمْ نَلْتَقِ فِي الْأَرْضِ يَوْمًا وَ فَتَقَّ بَيْنَنَا كَأْسُ الْمُنُونِ
فَمَوْعِدُنَا غَدًا فِي دَارِ خُلْدٍ يَهَا يَجِيئُ الْحُنُونُ مَعَ الْحُنُونِ

کوئی شہید غم کی تار رات دل میں بھر گیا
سعید ہو کے ہاں مگر، نشاط دل میں بھر گیا
وہ لڑکھڑا کے ایک شہہ سوار زن میں کیا گرا
کہ بے شمار جذبہ ثبات دل میں بھر گیا

دلیلِ راہ بن کے جو ستارہ سحر رہا
بُجھا تو روشنی کی کائنات دل میں بھر گیا

فقیر تشنہ کام، پر سخی بھی ایسی شان کا

جو اُفتوں کے دجلہ و فرات دل میں بھر گیا

گیا تو ساتھ ساتھ ہی ہمارے دل بھی لے گیا

وہ قربتوں کی ایسی کیفیات دل میں بھر گیا

جدائیوں کے زخم بھر گئے خیالِ حُلد سے

حسین منزلوں کی خواہشات دل میں بھر گیا

اب اُس کی یاد مُنسلک ہے جنتوں کی یاد سے

سفیرِ جَنّاں، مُبَشِّرَات دل میں بھر گیا

اُٹل ہے موت کا مزا، تو رشک ایسے جام پر

وہ جس کا گھونٹ مستیِ حیات دل میں بھر گیا

جہاں میں تیغِ علم کو، عمل کی آب جس نے دی

سرِ دُشِ غیب اُس کی بات بات دل میں بھر گیا

ملت غُور!

ہم ہیں ابطال، اہلِ ہُمائل ہیں ہم
دین پرکٹ مریں اس کے قائل ہیں ہم
غزنوی اور غوری کے ہیں جانشین
راہِ طاغوت میں پھر سے حائل ہیں ہم

اپنے اُسلاف کی عظمتوں کے نشان
ہم ہی اُحفّٰ کی فتح و ظفر کا بیاں
شمعِ دینِ مُبیں کے جری پاساں
عصرِ نو میں خلافت کے اک ترجمان

حق ہو جس سمت، اُس سمت مائل ہیں ہم
دین پرکٹ مریں اس کے قائل ہیں ہم

ہم نے برطانیہ کو شکستیں ہیں دیں
رُوس اب تک ہے زخموں پہ اپنے حزیں
نصرِ رب سے ہمیں پھر بچانا ہے دیں
بچ کے یورپ نہ امریکا جائیں کہیں

وار کرنے چلے اُن کے زائل ہیں ہم
دین پرکٹ مریں اس کے قائل ہیں ہم

اس سے پہلے بھی بچ کر نہ بھاگے تھے وہ
 دوڑ جب لگ گئی سب سے آگے تھے وہ
 سیفِ قاطع تھے ہم، تارِ تاگے تھے وہ
 سب نشہ تھا ہرن، ایسے جاگے تھے وہ

پھر ہیں ثابت قدم، گو کہ گھائل ہیں ہم
 دین پرکٹ مریں اس کے قائل ہیں ہم

کوئی انسان خدا جب ہمارا نہیں
 دیرِ جمہوریت بھی گوارا نہیں
 بجز شریعت ہمیں کچھ بھی پیارا نہیں
 ما سوا رب کے کوئی سہارا نہیں

با حمیت ہیں گو بے وسائل ہیں ہم
 دین پرکٹ مریں اس کے قائل ہیں ہم

خطِ اوّل ہیں پوری ہی ملت کا ہم
 دیکھنا تم بھی — چھوٹے نہ ہم سے علم
 چالیس اقوامِ باطل سے جنگ ہے ہم
 ساتھ تم بھی تو دو نا، قدم بہ قدم

ہو جو مسلم تو نصرت کے سائل ہیں ہم
 دین پرکٹ مریں اس کے قائل ہیں ہم

مرض شناس ہو ملت کے دیدہ ور بھی تو ہو!

مرض شناس ہو ملت کے دیدہ ور بھی تو ہو

تمھاری کیمیا چمن میں کارگر بھی تو ہو!

یہ باغ بانوں کی غربت اُجاڑ دے نہ تھمیں

بہاریں ڈھونڈنے والو خزاں کا ڈر بھی تو ہو

براہِ عقل تو نئے بہت سے عرض ہوئے

کہا مریضِ جنوں نے کہ پیش سر بھی تو ہو

صفِ حرم کو طلب ہے کسی طاوت کی آج

ہے قافلہ بھی رہ گزر بھی! راہِ بر بھی تو ہو

کسی نگاہِ دُور میں کی منتظر ہے بساط

ہدف ہے تیر ہے کمان ہے نظر بھی تو ہو

ہجومِ عاشقاں کے عزمِ نو کی شوق کی خیر

جنون و جذب و کیفِ آفریں! ہنر بھی تو ہو

اب ایسے خام جواہر کا خریدار ہو کون؟

اے شیشہ ساز! تراشیدہ یہ گہر بھی تو ہو!

چمن ہے سوگوار، شاخِ نشیمن ہے اُداس

کئی ہے فضلِ سروں کی، کوئی شمر بھی تو ہو

کرو نہ دعویٰ، جسے کل کو تم نبھا نہ سکو

اُڑان بھرنے سے پہلے ہوں بال، پر بھی تو ہو

یہ ذوقِ ارتقاء و ندرتِ خیال و عمل

کتابِ عقل و شریعت میں معتبر بھی تو ہو

بھلے ہو جیت یا کہ ہار، اس کا غم تو نہیں

نتیجہ خیر سفر ہو، یہ بازی سر بھی تو ہو

تجھ کو تقلید کا یارا، نہ ہی تحقیق کا دم

خوب ہے گردشِ علمی! کوئی محور بھی تو ہو

بیٹھ کے شرفروں میں اپنے اسلاف پہ طعن ❁

قیامت آگئی لوگو، نظر ادھر بھی تو ہو!

❁ ابو نعیمؒ نے علیہ میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قرب قیامت

کی (۷۲) بہتر نشانیاں (خصلتیں) ہیں... والی الآخرة۔“

اس روایت میں آخری نشانی بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((...ولعن آخر هذه الأمة أولها فليبر تقبوا عند ذلك ربها حمراء وعسقا وقد فاءوا بآيات))۔ یعنی ”اس امت کے بعد والے لوگ پہلے والوں پر لعن طعن کریں گے۔ تو پس جب یہ سب (نشانیاں) ظاہر ہو جائیں تو ایسے حالات میں شرخ آنے لگیوں، خسف و تقدف اور (دیگر) نشانوں کا اظہار کرتا۔“

(الدر المنثور للسيوطي، تفسیر سورۃ محمد)

پیامِ شہداء — غازیوں کے نام

جہاد افغانستان ضد الامریکا کے دو خاموش کردار شہید حاجی محمد یعقوب احمد زئی دزی اور شہید سمیع الحق قندھاری 'سلیمان خیل'۔ جو آغازِ جنگ اکتوبر ۲۰۰۱ء تا ردِ شہادت (دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق محرم ۱۴۳۲ھ) افغانستان میں صلیبی افوج کے خلاف برسرِ جنگ رہے۔

محمدؐ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو سچے عاشق زار سپاہی۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اپنا خون پسینہ بہا کر کامل تاققد ہار امارتِ اسلامیہ کے لیے رسد کا جملہ سامان پہنچاتے رہے۔

۲۲ اگست ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۰ شعبان ۱۴۲۹ھ بروز جمعہ امارتِ اسلامیہ کے چند مشران کے ساتھ ایک مشورے میں شریک تھے کہ نمازِ عصر کے دوران میں ہوئے ایک امریکی میزائل حملے کی زد میں آ کر زخمی ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سمیت سبھی کو زندہ رکھا۔ شہادت سے قبل آخری رمضان دونوں شہداء نے بالترتیب حرمِ مکی اور حدودِ افغانستان میں رکوع و سجود و اعتکاف میں گزارا۔ بالآخر یہ رفقاء خیر دسمبر ۲۰۱۰ء کو اللہ کے دشمنوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر کے انبیاءِ صدیقین صالحین و شہداء کے ہم نشین ہو گئے، ان شاء اللہ تعالیٰ وَحَسَنَ اَوْ لَئِكَ رَفِیقًا۔ نَحْسِبُهُمْ كَذٰلِكَ وَلَا نَزْكِي عَلٰی اللّٰهِ اَحَدًا۔ غازیانِ حق کے نام ان مسافرانِ آخرت کا پیغامِ اشعار کی صورت میں پیش ہے۔

دُنیا سے جی چڑا کر، عقیقی سے دل لگا کر
 اپنوں سے دُور جا کر، خونِ جگر جلا کر
 ہم دے چلے جہاں میں، توحید کی گواہی — ہم آخرت کے راہی

طارقؒ کی پیروی میں ، پس قدمیاں بھلا کر
 گودے تھے ساحلوں پر ، ہم کشتیاں جلا کر
 بے نور گھاٹیوں کی ہم سے چھٹی سیاہی — ہم آخرت کے راہی
 اک شہر بے اماں میں مسکن رہا ہمارا
 بے خانماں سہی پر ، ہم نہ تھے بے سہارا
 ہوتے نہیں ہیں تنہا اللہ کے سپاہی — ہم آخرت کے راہی
 رب سے کیا تھا وعدہ ، جنت کا تھا ارادہ
 مرنے کی جستجو تھی ، جینے سے بھی زیادہ
 تثلیث کی صفوں میں ہم سے مچی تباہی — ہم آخرت کے راہی
 حاصلِ جمہوریت کا ، انسان کی ترقی
 ارواح کا تنزل ، ابدان کی ترقی
 ہم چاہ تو سکتے تھے ، لیکن نہ ہم نے چاہی — ہم آخرت کے راہی
 عشرت کی کیا تمنا ، جب دیں پہ آنچ آئے؟
 یہ سر ہوں دوش پر کیوں؟ یہ جان کیوں نہ جائے؟
 حق جانچتا ہے کس نے ، کیسی وفا نباہی — ہم آخرت کے راہی
 ہم رحمتِ جہاں کے پَر و ہوں ، نرم خُو ہوں
 نفرت کے دشت و بَن میں اُلفت کی جستجو ہوں
 ہم اُمتِ نبیؐ پر ہوں رحمتِ الہی — ہم آخرت کے راہی

جس جا کہے شریعت ، ہم سر بگفت وہاں ہوں
 حق روک دے جو لیکن ، رُک جائیں ہم جہاں ہوں
 ہم کو نہ ہو گوارا اسلام کی تباہی _____ ہم آخرت کے راہی
 پہلے بھی اُٹھے طوفان ، ان یورپی ندیوں سے
 جنگِ صلیب جاری ہے آج بھی صدیوں سے
 افغان سے بھی لیکن چھوٹی نہ کج گلاہی _____ ہم آخرت کے راہی

گستاخ امریکا!

وَلَا تَزْكُوا آلَ الْاِثْمِ زَكَاةً فَتَكُونُوا كَالَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمْ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ اَوْلِيَاءٍ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ

(ہود: ۱۱۳)

”اور جو لوگ ظالم ہیں اُن کی طرف مائل نہ ہونا، نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی، اور خدا کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں، اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی۔“

امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

اس کے فتنوں سے اُمت کی جان چھڑائیں ہم

سب سے بڑا جو دشمن اُس سے سب سے پہلے جنگ

پوری ملتِ ایمان جس کے کرتوتوں سے تنگ

غزہ تا کابل جب ایک ہے پانی خون کا رنگ

طاغوتِ اکبر سے لڑنے میں ہوں ہم آہنگ

سارے جھگڑے چھوڑ کے پہلے یہ نمٹائیں ہم

امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

آج صلیبی فوج کا سرعٹہ ہے امریکا
 دُوجوں کو لڑوائے ، اپنا بال نہ ہو بیکا
 ہے تاریخ کے ماتھے پہ یہ کلنک کا اک ٹیکا
 جان و مال لگا کے اس کا مزا کریں پھیکا

پوری شدت سے ، مل کر اس سے ٹکرائیں ہم
 امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

گل افغانستان بنا تھا روس کا قبرستان
 آج امریکا ، یورپ بارے بھی ہے یہ اعلان
 چھوڑو خوف اور ڈر کی باتیں ، اے اہل ایمان
 اپنی باری آنے سے پہلے روکو طوفان

مسلم ہیں تو کافر سے پھر کیوں گھبرائیں ہم
 امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

اسرائیل کا آج تلک ہے کون بھلا رکھوالا
 انگریزوں کی اس اولاد کو امریکا نے پالا
 ان کی صف میں جو ہے وہ دوزخ میں جانے والا
 ملت کے غداروں کا ہے تن ، من ، دھن سب کالا

تفریقِ حق و باطل سب کو سمجھائیں ہم
 امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

یورپ بھی ہے امریکا کا ایک چیتا چپلا
 قصرِ خلافت اِن رومی نسلوں نے مل کر ٹھیل
 لے جائے گا اِن کو بہا کے ایماں کا یہ ریل
 جس نے اِن کو مارا گویا لُٹا اُس نے میل

جائیں جہنم میں کافر، جنت میں جائیں ہم
 امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

فیصلہ ہے قرآن کا یہ ایمان کے ہیں دشمن
 کلمہ گو ہے جو بھی اُس کی جان کے ہیں دشمن
 صہیونی مٹھو میرے قرآن کے ہیں دشمن
 اللہ کے محبوب نبیؐ کی شان کے ہیں دشمن

جانِ رحمت کی حرمت پہ سر کٹوائیں ہم
 امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

جاگیں خود اور گل اُمت کو ساتھ ملائیں ہم
 نکلیں اُن کی توپیں، اُن کے ٹینک اڑائیں ہم
 کُستاخوں کی لاشیں اُن کے گھر پہنچائیں ہم
 ہر مسلم خطے سے اُن کو مار بھگائیں ہم

عالم میں اسلام کا پھر پرچم لہرائیں ہم
 امریکا کے ایوانوں میں آگ لگائیں ہم

نوحہ خون!

((مَا أَطْيَبَ رِيْحُكَ مَا أَغْظَمَكَ وَأَعْظَمَ خُرْمُكَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُرْمَةُ

الْمُؤْمِنِ أَغْظَمَ عِنْدَ اللَّهِ خُرْمَةً مِنْكَ مَا لَهُ وَدَّوْهُ وَأَنْ نُنْظُرَ بِهِ إِلَّا خَيْرًا))

(رواہ ابن ماجہ، باب خُرْمَةِ قَدَمِ الْمُؤْمِنِ وَمَالِهِ)

”اے کعبہ تیری خوشبو کتنی عمدہ ہے اور تیری عظمت و حرمت کس قدر زیادہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی

جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ مومن کے مال و جان کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک

تیری حرمت سے زیادہ ہے۔ لہذا ہم مومن کے بارے میں ہمیشہ خیر کا ہی گمان کریں۔“

میرا خون، یہ میرا خون

میرا خون، یہ میرا خون

یا اُمّہ! یا مُسلمون!

بہتا ہے بازاروں میں

چرچوں میں، چو باروں میں

مثلِ مُصَوِّفِ میرا خون

جلتا ہے انگاروں میں

میرے دین کی حرمت پر

ٹوٹ پڑے ہیں دجالوں

یا اُمّہ! یا مُسلمون!

میرے خون پہ ہنستے ہیں
 اور آوازے کتے ہیں
 سنگ زنی کرتے ہیں اور
 شیش محل میں بستے ہیں

ہو جائیں گے چمکنا پُور
 نکلیں گے جب قاہرون
 یا اُمّہ ! یا مُسلمون !

میرے خون سے کھیلے جو
 شعلوں میں جل جاتا ہے
 میرے خون کا فوّارہ
 سبیلِ حق بن جاتا ہے

میرے خون نے اُلٹے ہیں
 کتنے عالی شان ستون !
 یا اُمّہ ! یا مُسلمون !

حَظّین و دجلہ و نیل
 میرے خون کے سنگِ میل
 میری پروردہ ہر جیل
 شاہدِ ضربِ جبرائیل

میرے خون کا پھیلاؤ
 جبل طارق تا بنگھون!
 یا اُمّہ ! یا مُسلمون!

اے غدارانِ مِلّت!
 میرے خون سے اُلجھومت
 میرے خون کی شاہد ہے
 کعبۃ اللہ کی عظمت

میرے خون کے دھارے ہیں
 دہشت، ہیبت، عزم، بگھون
 یا اُمّہ ! یا مُسلمون!

میرے خون کے وارث ہیں
 نکلیں جو لِلّٰہِ فِی اللّٰہِ
 میرے عزم کے حارس ہیں
 کلماتِ اِنَّا لِلّٰہِ

میرے بازو کی طاقت
 اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ
 یا اُمّہ ! یا مُسلمون!

میرے خون سے رنجیدہ
خاکِ مشرق نورِ افروز
میرے خون سے شرمندہ
اہلِ مغرب ، تا امروز

میرا خون ہے سحرِ نو
فکرِ فورڈ نہ افلاطون
یا اُمّہ ! یا مُسلمون !

میرے خون کو دیکھ کے تم
پتھر سے ہو جاتے ہو؟!
اپنے ہی خوابوں میں گم
کیوں غافل سو جاتے ہو؟!

آخر کب تم سمجھو گے
میرے خون کو اپنا خون؟!
یا اُمّہ ! یا مُسلمون !

نار و نور ہے میرا خون
مہرِ خور ہے میرا خون
پھیلانے گا روشنیاں
کر کے دُور اندھیرا خون

کاٹے گا ہر پردہ شب
لا کر ایک سویرا ___ خون
یا اُمّہ! یا مُسلمون!

جنوری ۲۰۱۱ء فلوریڈا (امریکا) کے ایک گر جاگمہ اور غزنی (افغانستان) کے ایک گاؤں میں امریکیوں کے ہاتھوں توہین قرآن مجید کی
ناپاک جسارت کے موقع پر لکھی گئی۔

آگے بڑھتے جاؤ!

امریکا کی آن دیکھو
جھوٹی اس کی شان دیکھو
امریکا کا مان دیکھو
نکلی اس کی جان دیکھو

دیکھتے نہ جاؤ
ہاتھ بھی بناؤ
گاڑیاں اُڑاؤ!
آگے بڑھتے جاؤ!

غاصبوں کو چھوڑو مت
ظالموں سے جوڑو مت
غازیوں سے توڑو مت
موت اٹل ہے، دوڑو مت

کشتیاں جلاؤ
مال و جاں لگاؤ!
گاڑیاں اُڑاؤ!
آگے بڑھتے جاؤ!

حق کی یہ سبیل ہے
جنگ یہ طویل ہے
کفر گو ذلیل ہے
رُومیوں کو ڈھیل ہے

غم نہیں اٹھاؤ
آخرت بناؤ
گاڑیاں اڑاؤ!
آگے بڑھتے جاؤ!

بوسنیا

تم کیا جانو بوسنیا کے ساتھ کیا ہوا؟!

مسلمانی

مرادہ جرم تھا

جس نے

صلیب و اشترایت کے ہاتھوں

یہ سزا پائی!

سرائیوو — مرا ایک مسجدوں کا شہر تھا

جو اب فقط ملبوں کی بستی ہے!

مرے یہ بے وقعت انسان ہاں

قبروں کی بھرتی ہیں!

کوئی بتلا تو دے لیکن...

بنی آصف کا یہ کیسا تعصب تھا؟

کہ جس نے چوہے مار گولیاں کھلوا

مرے ان نونہالوں کا لہو چوسا!

مری معصوم کلیوں کی ملوث خاک میں عزت

سبھی سے پوچھتی ہے یہ

بھلا کیسی عدالت تھی

وہ دائرہِ عدوۃِ عالم؟

وہ ”یو۔ این۔ او“ کی مجلس؟

جس نے میرے مجرموں کو عدل کی گُرسی پہ بٹھلایا

کہ جس نے ”عادلوں“ کے ہاتھ سے

مشکلیں کسیں میری

نشے میں دھت — مرے بیٹے

بٹی ٹکڑوں میں — میری سرزمین

اور کرچیاں — میرے حمدِ ن کی

کسی فاتح — کے لشکر کو

ہنوز آواز دیتی ہیں!

مرانوحہ سناتی

یہ سنہری وادیاں میری!

ابھی تک راہ لگتی ہیں

مری ملت کے بیٹوں کی

انھیں فرصت ملے کچھ گر

خیال و خواب کی دُنیا بسانے سے!

معیارِ زندگی اونچا اٹھانے سے!

جرمِ ضعیفی!

سن!

سن کہ بے چارگی جرم ہے

جرم ___ جس کی سزا موت ہے!

موت ___ جو ہے جزا ایسی ہر قوم کی!

جس نے گھوڑوں کی باگوں کو گم کر دیا

جس کی سطوت کو راگوں نے گم کر دیا

جس کے پیروں، جوانوں کا

تیروں، کمانوں سے

کوئی، کہیں واسطہ نہ ملے

جس کو دشمن تلک راستہ نہ ملے!

تُف ہے اُس زندگی پر

جو بے جان ہو

بے ضمیری کا، در ماندگی کا جو عنوان ہو!

تُف ہے اُس موت پر

بے بسی کے لباسوں میں آتی ہے جو!

جس کا پر چار کرتے ہیں شام و سحر
 موت سے یہ فراری — یہ اہل بطن
 یہ مداری کہیں کے — یہ ملت شکن
 جن کی آنکھوں میں غیرت کے شعلے نہیں
 خون جن کا کسی طور کھولے نہیں!

بستیاں اہل توحید کی
 کفر کے ہاتھ گروی رہیں —
 پھر بھی ہم سے کہیں
 'خامشی امنِ عالم کا عنوان ہے!'
 امنِ مطلق — ہماری یہ پہچان ہے!
 کوئی سوچے ذرا
 کس قدر بے وزن ان کا ایمان ہے!

سن!
 سن کہ بے چارگی جرم ہے
 جرم — جس کی سزا موت ہے!
 موت — جو ہے قضا ایسی ہر قوم کی!
 جس کے سر
 اپنی تاریخ و جغرافیہ

بھول جانے کا الزام ہو!
 جس کی رسوائی جگ میں سرِ عام ہو
 کا شغز، اندلس، اور بخارا
 کے قصوں سے سیکھے نہ جو!
 ٹف جوانی پہ اُس
 جس کا ایک ایک پل
 'برگر'، 'ڈاؤنٹین'، 'ڈیو' کی خاطر کٹے
 موت جس کے لیے دال بن کر بٹے
 ٹف جوانی پہ اُس
 جس کے ہوتے ہوئے
 دستِ کفار میں جلتا قرآن ہو
 جس سے شاکی مقدّس وہ اک شان ہو!

ایک نظم بادلِ نخواستہ!

کیا وجہ ہے کہ ہم تاریخ کی ہر صلیبی جنگ کو تو _____ صلیبی جنگ کہہ دیتے ہیں اور اس میں شریک اپنے اسلاف کے کارناموں پر فخر بھی کرتے ہیں، لیکن جب تاریخ کا پہیہ گھوم کر ہم سے اپنے سامنے کی صلیبی جنگ میں اپنا کردار مانگتا ہے تو زبانیں خشک، قلم ساکت، جوانیاں لالعلق، اور بزرگیاں تجاہلِ عارفانہ کا شکار ہو رہتی ہیں۔

صلاح الدین ایوبیؒ کی تاریخ کی کتابوں میں تو ہمیں بطل نظر آتے ہیں، لیکن نہ جانے آج وہ ہوتے تو ہم انہیں کیا مقام دیتے؟ آج اس دنیا میں کفر و اسلام کا جو معرکہ جاری ہے، _____ باوجودیکہ وہ تاریخِ اسلام کی ہمہ گیر ترین اور بھیا تک ترین صلیبی جنگ ہے، مسلمانوں سے بڑھ کر خود اسلام کے خلاف ہے، ہماری اور ہماری اولادوں کا دین، اتباعِ شرع کا جذبہ، معاشرتی اقدار، تعلیمی روایات، ملی حمیت اور اس سے بڑھ کر شعائرِ اسلام کی حرمت و عزت غرض سبھی کچھ اہلِ کفر کے ہاتھوں داؤ پر لگا ہے _____ لیکن ایسے میں بھی ہماری اکثریت کی فکری صلاحیتیں، وقت، پیسہ اور جانیں _____ سبھی کچھ اس موجِ حوادث سے دور ہے اور ہم ساحلِ ہی سے طوفان کا نظارہ کر رہے ہیں۔ ایسے میں آخر کب تک ہمارا دین محفوظ رہے گا؟ ہماری نسلوں کے ایمان کا کیا بنے گا؟ کیا تاریخ ہمیں معاف کر دے گی؟ کیا تاریخ نے ہسپانیہ، بخارا، کاشغرا، الوں سے صرف نظر کیا تھا جو اب کرے گی؟ وجوبِ شرعی کچھ ہے کہ نہیں؟

جو حق پہ چھائی ہے اسے

”صلیبی جنگ“ تو کہو!

لہو تمھارا ہے نہیں!
 یہ اور کسی کا خوں سہی
 چلو کہ خون نہ سہی
 ... کہ لال رنگ تو کہو!
 نہیں جو پھر بھی دکھ رہا _____
 چڑھا ہے اس قدر نشہ _____
 کہ پی ہے بھنگ _____ تو کہو!
 نہیں اُمنگ _____ تو کہو!
 کچھ کہو!
 خموش تو نہیں رہو!

اپنے لوگ!

بنتے تھے اُن جانے لوگ	تھے جانے پہچانے لوگ
بندھن بھی نہ توڑ سکے	نہ اپنا ہی مانے لوگ
جن کی خاطر جیتے تھے	کہتے تھے ”دیوانے لوگ“
ہم دم تھے پر بھول گئے	ساتھ چلے بیگانے لوگ
جان سے گزرے جب لیکن	آئے تب اپنانے لوگ
جب کوئی حسرت نہ رہی	بیٹھے پیار جتانے لوگ
چادر لے کر لپکے پھر	بُن کرتانے بانے لوگ
جیتے جی پوشاک نہ دی	پہنچے ہاں، کفنانے لوگ
بوجھ بٹاتے ڈرتے تھے	پیش کریں اب شانے لوگ
قصہ پاک ہوا گرچہ	چلے ہیں گو دفنانے لوگ
کس پر تیر چلائیں گے؟	لگے ہیں کچھ پچھتانے لوگ!

مسلمانانِ ہند اور ہم

ہم سے بچھڑے جو — تم
”اقلیت“ رہ گئے!

یوں اکیلے ہی پھر
اتنے غم سہہ گئے!

اور ہم !!!

خواب لے کر کے آئے تھے
کل جو یہاں!

سَیلِ الحاد وِ عضیاں کے طوفان میں
کب کے — وہ بہہ گئے!

بے سدھ وِ دم بخود

ہم جہاں سے چلے تھے
وہیں رہ گئے!

ایسٹ انڈیا کمپنی

نامبارک
سفینوں سے اترے ہوئے
بے حسو!
نامرادو!
ستم پرورو!
تم نے قرونوں تک
میری ملت کا جتنا لہو ہے پیا
اُس قدر تم سے اب دشمنی ہے مری!
جتنی سانسیں بچی آج سینے میں ہیں
سب تمہارے مقتدر کی ہیں آندھیاں!
جو بھی شعلے ہیں ان زم زموں میں عیاں
ہیں تمہارے جہنم کے آتش فشاں!
بے وقوفو!
رذیلو!
اے شامت زدو!

سُن چکو!

نہ قدیمہ ہی آثار تھے

سب وہ پیرو جواں

پھانسیوں پر جو جھولے کبھی!

نہ وہ دار و رسن

ہم ہی بھولے کبھی!

گم رہو!

ظالمو!

فاستقو!

کافرو!

جان لو!

واپسی کا سفر ہے ہمارے لیے

نہ ہی کوئی مفر ہے تمہارے لیے!

ہاں قیامت تلک اپنا اعلان ہے!

جب تلک دوش پر

سر ہیں اور

جان میں جان ہے!

مان لو!

یہ جو ناقوس تم نے بجایا ہے یاں

جنگِ تہلیث کا

اس کا انجام اب اپنے ہاتھوں میں ہے!

نامبارک سفینوں سے اترے ہوئے

بے حسو!

نامرادو!

ستم پرورو!

قاتلو!

استسلام

امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کا کردار اور جذبہء استسلام ہر مجاہد و قائد فی سبیل اللہ کے لیے ایک مثال ہے۔ اللہ کی مخلوق اور عامۃ المسلمین سے محبت، رحمت کا جذبہ آپ کی سیرت طیبہ کا خاصہ تھا۔ کسی پر نہ خود ظلم کیا، نہ اپنے کسی غازی ہی کو اس کی اجازت دی۔ اپنے پیروکاروں کی تربیت اس انداز میں کی بقول مؤرخین کہ، صحابہ کرامؓ کے اُسوے کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ مقصود جہاد نہ مال، غنیمت تھا نہ کشور، کشائی، اور نہ ہی جاہ و منصب کی یہاں تمنائیں تھیں۔ یہ سارا ثمرہ تھا اُس للہیت و اخلاص اور تعلق و توجہ الی اللہ کا۔ جس سے آپ کو حظ وافر نصیب ہوا تھا؛ خود آپ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

”میں نے مدۃ العمر آنے جانے، لینے دینے، اٹھنے بیٹھنے، حرکت و سکون، غصہ و بردباری، قہر و ہمہ، کھانے پینے، پہننے اور سوار ہونے کا کوئی کام نہیں کیا، جس میں رضائے الہی کی نیت نہ ہو اور کوئی کام میں نے نفس کے تقاضے اور خواہش سے نہیں کیا۔“

(ایمان و احتساب، تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم، جلد دوم) سیرت سید احمد شہیدؒ صفحہ نمبر ۵۱۱

بھری دنیا کے جب سارے سہارے

چھوٹ جاتے ہیں!

مدد اتوں کے ناتے

درد کے رشتے

کبھی جب ٹوٹ جاتے ہیں!

سبھی اپنے پرائے برحق و ناحق

اچانک رُوٹھ جاتے ہیں!

تو ایسے میں

تری رحمت کا دروازہ

گھلا رہتا ہے آخر تک —

زمین و آسماں کے شہنشاہ!

اے قادرِ مُطلق!

یہ میں اور میرے سب لمحات

میری ساری خواہشات

جب تیری امانت ہیں

تو اپنے جھوٹے حق سے

کیوں نہ دست بردار ہو جاؤں

مٹا کر اپنی ہر چاہت

تری اک اک عنایت کا

نہ کیوں حق دار ہو جاؤں!

فریبِ نفس کے بت توڑ کر

شیطان سے یوں برسرِ پیکار ہو جاؤں

کہ خود کو خاک میں بو کر

گل و گل زار ہو جاؤں!

مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں!

مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں

یہ جائے حرمت و اعزازِ دیں ہیں

مہکتی ہیں یہاں ایماں کی فصلیں

نُمو پاتی ہیں یاں ملت کی نسلیں

برستی ہے یہاں رحمت کی برکھا

یہی توحید کی جائے عدا ہے

مناروں سے اُبھرتی یہ صدا ہے

مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں

یہ جائے حرمت و اعزازِ دیں ہیں

یہاں جب حق کی شمعیں ہوں فروزاں

تو اُن سے روشنی واجب ہے لینا!

اگر فانوس یہ دُھندلا بھی جائیں

بُجھانا ان کو پھر بھی کب روا ہے؟

مناروں سے اُبھرتی یہ صدا ہے

مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں

یہ جائے حرمت و اعزازِ دیں ہیں

عبادت گاہ کو بے حال کرنا
 مساجد ، مدرسے پامال کرنا
 صلیبی لشکروں کی یہ ادا ہے
 مگر مسلم سے کہتی ہے شریعت
 کہ ناجائز یہ اندازِ وفا ہے
 مناروں سے اُبھرتی یہ صدا ہے

مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں
 یہ جائے حرمت و اعزازِ دیں ہیں

مساجد جنگ کا میدان جو ہوتیں
 زبانِ حال سے خود آج کہتیں!
 جو چودہ قرن سے قائم ہیں اب تک
 نہ ہر گز اس طرح آباد رہتیں!
 کہ خود مقصودِ حق ان کی بقا ہے
 مناروں سے اُبھرتی یہ صدا ہے

مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں
 یہ جائے حرمت و اعزازِ دیں ہیں

یہاں سب عابد و عاصی ہیں آتے
 بقدرِ رزق سب حصّہ ہیں پاتے

کوئی سجدوں میں ہیں آنسو گراتے
 کوئی پتھر دلوں کو ہیں بہاتے
 برائے فاسق و مومن یہ رستہ
 قُرونِ خیر سے یوں ہی گُھلا ہے
 اسے ہرگز کبھی مت بند کرنا
 غریبِ اسلام ورنہ ہو چلا ہے!
 مناروں سے اُبھرتی یہ صدا ہے

مساجدِ جنگ کا میدان نہیں ہیں
 یہ جائے حرمت و اعزازِ دیں ہیں

پیامِ عزائم!

((لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُدِلَّ نَفْسَهُ)) قَالُوا: وَكَيْفَ يُدِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ: ((يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يَنْبَغِي)). (جامع الترمذی، باب لا يتعرض من البلاء لما لا يطيق، رقم الحديث ۲۲۵۳)

”مومن کو نہیں چاہیے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔“ صحابہؓ نے پوچھا کہ ”وہ کیسے اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے آپ کو ایسی آزمائش میں گھسیتا ہے جس کی طاقت نہیں رکھتا۔“

سورج نے نکلنا ہے آخر!
 اس شام نے ڈھلنا ہے آخر!
 افسوں اس رات کا ٹوٹے گا
 ہر زندانی جب چھوٹے گا!
 تم تارے ٹانگو محنت کے
 یہ جھلمل کام ہی آئے گی
 ہاں پھول بکھیرو الفت کے
 خوش ہو ہے ___ رنگ جمائے گی!
 یہ رنگ و نور کی برکھا اک دن گلشن کو مہکائے گی!

تجیل میں لیکن مت پڑنا!
 جا بند گلی میں مت رُکنا
 دُہرا کے تجا رب مت تھکنا
 کچھ پھول بچھا کر دامن میں
 کچھ تارے رکھ کر آنکھوں پر
 منہ دھار کو ساحل نہ کہنا!

جذبات کی رو میں نہ بہنا!
 ورنہ اک صبح کاذب ہی
 انجامِ مسافت ٹھہرے گی!
 یہ گردشِ آفت ٹھہرے گی!

سورج نے نکلنا ہے آخر
 اس شام نے ڈھلنا ہے آخر!
 میراثِ مومن ہے دنیا
 پھر خود ہی کہو — ہے جلدی کیا؟

شہید!

عن أَبِي بُرْدَةَ بْنِ قَيْسٍ أَخِي أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (الأشعري) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اللَّهُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ أُمَّتِي فِي سَبِيلِكَ بِالطَّاعِنِ وَالطَّاعُونَ)).

(قال الهيثمي في مجمع الزوائد؛ رواه أحمد والطبراني في الكبير ورجال أحمد ثقات قال الحافظ في "الفتح" ١٨٣١٠ صححه حاكم وأخرجه سيوطي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ في الجامع الصغير)

حضرت ابی بردہ ابن قیسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے اللہ! میری اُمت کا انجام اپنے راستے میں شہادت سے فرمائیے؛ طعن (نیزے کے وار) اور طاعون کے ذریعے۔“

یہ دعائے نبوی... اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ أُمَّتِي... اُمت پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی غایتِ شفقت اور دنیا سے اُمتیوں کے مغفور و مرحوم جانے کے منشاء نبوی کی غماز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ آپ کے اُمتی آخرت کے راہی ہوں، چاہے بظاہر کچھ ظاہری تکلیف کے دروازے (نیزے کے وار یا طاعون کے وار) سے گزر کر ہی انھیں دارِ آخرت کا راہی بننا پڑے۔ طاعون ہی کے بارے میں حضرت معاذؓ نے اہلِ شام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”إِنّهَا رَحْمَةٌ مِنْكُمْ وَ دَعْوَةٌ يَبْتَغِيكُمْ وَ قَبْضُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ“۔ (رواہ احمد)

”بے شک یہ تمہارے رب کی رحمت، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور تم سے پہلے کے

نیک لوگوں کا سببِ موت ہے۔“ آپؐ ہی کے یہ الفاظ بھی روایات میں مذکور ہیں:

”بَلْ هُوَ شَهَادَةٌ وَ رَحْمَةٌ وَ دَعْوَةٌ يَبْتَغِيكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...“۔

مجھے جانا ہے بہت دُور، بہت دُور تلک

دل کے ارمانوں کی اُس منزل پر نور تلک

وہ جہاں آفتابِ فوز کی کرنیں پھوٹیں
جس سے رات کی سہمی ہوئی سانسیں ٹوٹیں
عرش کے سائے تلے، ذہب کی قندیلوں میں
ہوں جواہر کے محلات جہاں میلیوں میں

مجھے جانا ہے بہت دُور، بہت دُور تلک

دل کے ارمانوں کی اُس منزلِ پُر نور تلک

وہ جہاں سرمدی حیات کا ساغر چھلکے
میں کوئی مُشتِ خاک ہی نہیں محض، بلکہ
میں تو اک عزم ہوں دیتا ہوں، اُبھر آتا ہوں
میں تو وہ نور ہوں بچھتا ہوں تو بڑھ جاتا ہوں
میں ہوں ”لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ“ کا رَجَز
بربطِ کفر کے ہر سر کو میں شرماتا ہوں!
میں ہی وہ جذبِ سبک خیز و شفق ریز ہوں جو
ہر نئی نسل کے سینے میں اُتر جاتا ہوں!
ہر نئے عہد کی احزاب سے ٹکراتا ہوں!
بن کے پھر خندقی ارضی میں ہر اک عالم میں
جیشِ اشرار ہوں جب ڈھال سی بن جاتا ہوں!

مجھے جانا ہے بہت دُور، بہت دُور تلک

دل کے ارمانوں کی اُس منزلِ پُر نور تلک

وہ جہاں تَعَب و نَصَب عیش میں ڈھل جاتے ہیں
وہ جہاں بچھڑے ہوئے لوگ بھی مل جاتے ہیں
وہ جہاں وقت کے ہارے تھکے مسافر سب
آن کی آن میں یوں بادشہ بن جاتے ہیں!

تخت اور تاج تلک، سلطنت و راج تلک!
جن کی خاطر یہ سفر جاری رہا آج تلک
محفلِ حور تلک، نقرئی قُصُور تلک
راحتِ عین تلک، زُمرہ حُصُور تلک!
ہاں مری جان! بہت دُور، بہت دُور تلک!

معرکہ!

سچے لوگ تھے

سچ کی خاطر

سچا کر کے وعدہ اپنا

سچے دیس سدھار گئے!

جھوٹ کے بندے

تن کی خاطر

سب کچھ لیکن... ہار گئے!

میں تری راہ میں جیون یہ جلانا چاہوں

میں تری راہ میں جیون یہ جلانا چاہوں
ایک ہی جان ہے، سو بار لٹانا چاہوں
چھوڑ کر یاد تری، کتنے غموں کو پالا
اب میں خوشیوں کے لیے خود کو بھلانا چاہوں
سارے بازار میں کچھ بھی تو معیاری نہ لگے
ترکِ سامان کا بس ایک بہانہ چاہوں
جو بدل جائیں خزاں میں، وہ بہاریں کیسی؟
جو وفا کیش ہو، موسم وہ سُہانا چاہوں
جو دل دوست کی ٹھنڈک ہو، وہ سامان کروں
ہو رُبغ غیر پہ جو برق، گرانا چاہوں
جو ترے شوق میں اُٹھ جائیں، وہ پاؤں چوموں
جو ترے خوف سے رُک جائیں، دھلانا چاہوں
یہ ترے نام پہ کھلی ہوئی بے خواب آنکھیں
اپنے ہاتھوں سے تہہ خاک سُلانا چاہوں

بس مری آنکھ میں اشکوں کا سمندر بھر دے
اب ترے عرشِ تلک اُتر اُٹھانا چاہوں

سراب

نہ رہ بر، نہ منزل نہ کوئی تاب
تمنائے قلبی مگر انقلاب!

لحاظ شریعت، نہ حکمت کی تاب
فقط جوش و جذبہ یا زورِ خطاب

کہاں اتباع رہ آں جناب؟
کہاں مال و جاہ و حشم کے سراب؟!

کہاں نوبہ نو وہ میا دینِ جنگ؟
کہاں نوعِ بہ نوعِ خوان و نان و کباب؟

ہوا ہے کبھی، اب جو ہو پائے گا؟
بہ ہدمِ شریعتِ نفاذِ کتاب

جگائے مگر نیند سے کون انھیں؟
کہ یہ جاگتے ہی میں دیکھے ہیں خواب!

ضرورت ہے!

بدخشاں سے وہ جب لوٹا
شہر میں دوستوں سے یوں کہا اُس نے
”دُہائی ہے دُہائی ہے —
غلامِ نبیؐ کے پاک خوں میں ترصلیبوں کی!
سیجاؤ! کہاں ہو تم؟
”محاذوں“ کو ضرورت ہے ”طبیعوں“ کی!“

یہ نِکرا کر اک دلِ حتاس نے
آگے قدم رکھا!
دوا دار و مرہم پئی کے کچھ اسباب
کچھ آ لے جراحت کے
سجا کر اپنے بستے میں
شکستہ حال رہ بر سے کہا
”رستہ کہاں پر ہے؟“

طبیب بے خبر
 یوں ایک دن
 چھپتا چھپاتا جب
 محاذِ شوق پر پہنچا!
 تو دیکھا کہ...
 وہاں دنیا ہی کوئی اور تھی گویا!
 کوئی زخموں سے چورا چور
 مشغولِ عبادت تھا!
 کوئی امکاں کے تینکے جوڑ
 سب خواب پریشاں چھوڑ کر
 محورِ یا صفت تھا
 کوئی بے حال پر دیسی
 خزاں کی دھوپ میں ٹھہلے
 مگر اُمید سے شاداب چہرے پر
 سجا کر مُسکراہٹ کے گلاب
 اکرامِ مہماں کے لیے
 قہوہ بناتا تھا!
 کوئی آنکھیں گنوا بیٹھا تھا لیکن
 غیرتِ ایمان کے نغمے سناتا تھا!

کوئی مصنوعی پاؤں باندھ کر بھی

خدمتِ انصار کرتا تھا

مسلل شکر کا اظہار کرتا تھا!

نئی دنیا! — جہاں پر چوٹ اور زخموں کے معنی

اور ہی کچھ تھے!

طیب باخبر نے دیکھ کر سارے ہی یہ منظر

پلٹ کر شہر کے سب دوستوں کو خط میں یہ لکھا

”ڈہائی ہے، ڈہائی ہے —

متاعِ زیست کے سر بستہ رازوں کی!

مسیحاؤ... چلے آؤ!

”طیبیوں“ کو ضرورت ہے ”مخافوں“ کی!“

این۔ جی۔ او

(نہ۔ جنو۔ اولاد)

کہاں تم قید ہو اس چار دیواری و چادر میں؟
 بہت اچھا تھا یہ سب گرچہ دورِ گرینڈ فادر میں!
 مگر جو اب زمانہ ہے اسے ایڈوانس کہتے ہیں
 کبھی تقدیر ہوتی تھی جسے اب چانس کہتے ہیں

ضروری ہے ترقی کا کوئی اک چانس، تم بھی لو
 جہاں پینچی ہیں لندن والیاں، تم بھی وہاں پہنچو
 پتہ بھی ہے! کہ بنتِ حوا اُڑتی ہے ہواؤں میں
 زمانہ لد گیا جب کھیلتی تھی گھر کی چھاؤں میں

بندھی چولہے سے لیکن تم ابھی تک جاں جلاتی ہو
 وہ پہنچیں چاند پر اور تم یہیں چچہ چلاتی ہو
 اُڑاتی ہیں وہ جیٹ، اور تم تو بس بچے کھلاتی ہو
 وہ دُنیا گھوم آئیں، تم فقط جھاڑو گھماتی ہو

یہ درجن بھر جو بچے ہیں بھلا کیسے سنبھالو گی؟
 اگر ڈیڈ ہو گئے ڈیڈی ہی ان کے کیسے پالو گی؟
 کبھی سوچو کہ مردوزن تو ہیں گاڑی کے پیسے دو
 برابر ان کو چلنے دو، ذرا کچھ 'لوڈ' تم بھی لو!

تم اس کا ساتھ دو، کھاؤ، کماؤ، دل بڑا رکھو
 نئی دنیا بھی دیکھو ____ 'آؤٹنگ' کا بھی مزا چکھو!
 جو 'یو۔ این۔ او' نے بخشے ہیں وہ 'رائٹس' بھی 'شیر' کر لو
 کچھ اپنے حق کو پہچانو، کچھ اپنی بھی 'کیئر' کر لو

ہمارا ساتھ دو تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے
 'رسول سوسائٹی' میں بیٹھو گی، دل شاد کر دیں گے
 کوئی مشکل ہوئی، پردیس میں آباد کر دیں گے
 رکاوٹ جو بنے گا اس کو مردہ باد کر دیں گے
 وگرنہ مذہب و ناموس کے جو قید خانے ہیں
 تمہارے سارے ٹیلنٹ، کو یونی بر باد کر دیں گے!
 محلے ہی کے بچوں کو الف، با، تا، پڑھاؤ گی!؟
 بتاؤ تو؟ تم 'اسٹیش' خود اپنا کب بناؤ گی؟

پرائی سوچ کو چھوڑو، نئی آواز پر لپکو
اور اپنے دامنوں سے ہر بندی زنجیر کو جھٹکو
قدم گھر سے نکالو۔۔۔ ویل فیر کا چارم تو لے لو!
ذرا آگے بڑھو یہ این۔ جی۔ اوکا فارم تو لے لو!

جو ولدیت کا خانہ ہے، بس اُس میں گم شدہ لکھ دو!
جہاں مذہب کا ہے پوچھا، وہاں پر بے خدا لکھ دو!

’انفارمیشن ٹیکنالوجی‘

”کوئی نو ایجاد چیز، صفری قدر والی (ویلیو نیٹزل) نہیں ہوتی۔“ (ایک مغربی مفکر کا دعویٰ)

میں ہوں بندہ فقط! بندگی کے لیے
 خاک سے تخم میرا اٹھایا گیا
 پہلے یومِ اَلْتِ عالمِ روح میں
 درسِ توحید مجھ کو سکھایا گیا!
 علم سارے ہی آسمان کا دے کر مجھے
 سب خَلَّاق سے افضل بنایا گیا
 پھر وہی میں ہوں جس کو شَرَف یہ ملا
 گل ملائک سے سجدہ کرایا گیا
 ڈال کر بارِ تکلیف میرے گلے
 امتحاں گاہِ ہستی میں لایا گیا
 ہَقْتُ اِقلیم کی سلطنت کا مجھے
 اس طرح سے خلیفہ بنایا گیا
 کُرَّہ اَرْض کی ایک اک چیز کو
 میزبانی پہ میری لگایا گیا

خیل و فیل اور شتر و پہاڑ کو سب
 اک اشارے پہ میرے چلایا گیا
 چاند سورج ستاروں کو افلاک کو
 میری خاطر مُکھڑ بنایا گیا
 میں عبادت کا راحت کا سماں کروں
 روز و شب کا یہ پہتہ گھمایا گیا
 میری منکرِ رسا کی جلا کے لیے
 کہکشانوں کا آنگن سجایا گیا
 پھر مرے ہی لیے کوہِ فاران سے
 ایک رحمت لقب کو اٹھایا گیا
 دستِ شفقت کو جن کے مرے واسطے
 نرم دوبا سے زیادہ بنایا گیا!
 جن کی خوشبو کو اک مُعجزے کی طرح
 مسک و عنبر سے آگے بڑھایا گیا
 ہیں یہ جھونکے مری رہبری کے لیے
 اک دلیلِ سفر! یہ بتایا گیا
 اب وہی میں ہوں جس کو نہیں کچھ قُدر
 کُن کو بھیجا گیا؟ کیا دِلایا گیا؟

مجھ سے شاکی کتاب ہدیٰ ہو گئی
 ایسے 'کمپیوٹروں' میں کھپایا گیا
 اپنے مقصد کی پہچان تک کھو گئی
 سیرگاہِ فتن میں چلایا گیا
 صاف رستے پہ بھی لڑکھڑاتا تھا میں
 ان ڈھلانوں میں لیکن بھگایا گیا!
 اک سمندر کنارے کھڑا کر دیا
 اور گننے پہ لہریں لگایا گیا
 پیاس بڑھتی گئی، لَعَطَش جب کہا
 جامِ 'انفارمیشن' پلایا گیا
 جوہرِ علم سے میں تہی رہ گیا
 "معلوماتی ذہن" بس بنایا گیا
 میری نظریں بھی ماضی سے پھیری گئیں
 ان پہ جدت کا چشمہ چڑھایا گیا
 حق و باطل کی تلبیس کر کے مجھے
 ایک خطبیٰ مُحَقِّق بنایا گیا!
 'انٹرنیٹ' اب فقط میرا استاد ہے
 "میڈیا برانڈ مفتی" بنایا گیا!

رطب و یابس بھی وہ سنائے گئے
 چٹکیوں میں مرا دیں اڑایا گیا
 حرص کی منڈیوں میں بچا کر مجھے
 اہل دنیا کا بندہ بنایا گیا
 میرے ایمان کی بولی لگتی رہی
 جو نہیں چاہتا تھا ، دکھایا گیا
 رنگ و آہنگ نے ایسے خیرہ کیا
 گویا نقشے کا ٹیکہ لگایا گیا
 ہے سرورِ عبادت ، نہ منکرِ حقوق
 اس طرح مجھ کو مجنوں بنایا گیا
 ظلم اور جہل سے پُر ، نہیں کچھ خبر
 عالمِ خاک میں کیوں میں آیا گیا؟
 چشمِ وِیل پر ہیں غفلت کے پردے پڑے
 یوں تو دنیا میں ساری گھمایا گیا!

آلودگی... یارب البیت!

مرے ایمان کا توشہ

جو کتنے قرن سے محفوظ تھا

مامون تھا!

لیکن

میں جب لے کر چلا اس کو

نئی دنیا کے آنگن میں

جہاں نام ترقی

ہر طرف شیطان کا قبضہ تھا۔۔۔

تو تصویریں ہی تصویریں

مرے چاروں طرف سے

مجھ پہ ایسے حملہ آور تھیں۔۔۔

مرے گھر کے مکین

میرے چمن کے پھول اور کلیاں

مگن تھے رنگ کی آہنگ کی اک ایسی دنیا میں

جسے دینا بھی چاہوں تو

سوائے دَجل کے کچھ اور عنوان دے نہیں سکتا!
 میں اس جنگل سے کوئی اک شمر بھی لے نہیں سکتا!
 مری سرمایہ کاری دو جہاں کی
 یہ مرے معصوم سے بچے!
 مرے گھر کا تقدس
 میرے آنگن کی متانت
 گل متاع میری
 محض اک عکس اور آواز کی دنیا میں
 گردی ہو چکی ___ یارب!
 مرے مالک!
 ظہورِ تہر کے تیرے
 ہیں ہم سب منتظر
 جس دن
 مسیح ابن مریمؑ عدل کا میدان سجا دیں گے
 کہ دجالی تمدن کے دھنی
 ایمان کے زرخے میں آئیں گے!
 صلیبیں ہی بچیں گی
 اور نہ تصویریں رہیں گی
 صحنِ عالم میں!

نہ اس دنیا کے بچوں کی

کوئی بھی چھین پائے گا

وہ اک معصومیت جو

حسنِ فطرت کا حوالہ ہے!

نگاہ و قلب کی پاکیزگی

جو کامِ رانی کا حوالہ ہے!

مری سرمایہ کاری دو جہاں کی

یہ مرے معصوم سے بچے!

لگے ہیں دائرہ پر

مالک!

بچالے میری نسلوں کو

بچالے گلِ متاعِ میری!

اب فکرِ دجال کرو!

اشکوں سے بے حال کرو چہروں کو پامال کرو
 مٹی میں زلنا سیکھو فکرِ استقبال کرو
 بیٹھو پاس فقیروں کے دل کو مالا مال کرو
 رکھو پیار پہاڑوں سے اور اونچے اعمال کرو
 ڈرنا کیا اور مرنا کیا؟! ایماں کی پڑتال کرو
 طورِ قدیمی اپناؤ ٹھیک یہ خد و خال کرو
 ناز بدلیسی جانے دو سادہ اپنی چال کرو
 ہیں یہ نانکِ نَجھوری جیل بھرو ، ہڑتال کرو
 چھوڑو حربے غیروں کے مت اب قیل و قال کرو
 اُگلوں کی تقلید رہے دُور اپنے اِشکال کرو
 بچے بھیجو مدرستے شیطان کو بے آل کرو
 سینوں میں قرآن بھرو دُور یہ سُر اور تال کرو
 بند کرو جی ٹی وی کو مت ہم سے جنجال کرو
 فتنوں کا ہیں دروازہ تصویریں ، پامال کرو
 ہر مُنکر ، معروف ہوا اب فکرِ دجال کرو!

خادمِ ملٹی نیشنل

رہن رکھوا چلا
اپنی کل زندگی
رُومیوں کے یہاں!
عمر بیتی مگر _____ تجربہ مل گیا!
سر میں یوں ہی سفیدی نہیں آگئی!
دیدہ ریزی ہی تھی جو _____ انھیں بھاگئی
نور آنکھوں کا گرچہ کہ چھنٹا رہا
دو جمع دو _____ میں کر کر کے کھنٹا رہا!
چار جب ہو گئیں پھر جمع _____ روٹیاں!
کام میرے ذمے جو تھا پورا ہوا
یوں دمِ واپس میں ادھورا ہوا!
ہاں مگر _____
تیل کے ٹھڈ گئے کچھ کنویں
چند سڑکیں بنیں!
اتصالات و تعمیر و تحقیق کے

کچھ ادارے مرے نام سے معتبر ہو گئے!
عالی شاں کتنے منصوبے سر ہو گئے!
یوں ترقی کے زینے میں چڑھتا گیا!
(گرچہ لشکر بنی اصفہر روم کا
سر زمینوں پہ میری ہی بڑھتا گیا!)

دعوت و تبلیغ

”تبلیغی جماعت میں سے کم ہی ہیں جنہوں نے جہاد کی پکار پر لبیک کہا ہو۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے جتنے بھی راہِ جہاد کی طرف آگے بڑھے اللہ نے انہیں اُمت کے لیے کثیر خیر و نفع کا ذریعہ بنایا۔ ان کی نمایاں پہچان ادب و احترام کی خو، امیر کی والہانہ اطاعت، موت کی طرف نڈر ہو کر پیش قدمی، پاکیزگی و عفت، زہد و تواضع، گہری بامعنی خاموشی اور موثر پیرائے میں کی جانے والی گفتگو قرار پائی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان مخلص اہل ایمان کو جہاد کی طرف مزید پیش قدمی کی توفیق عنایت فرمائیں۔ کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ ان کا کردار ___ سلوک و اخلاص اور ادب کا بہترین نمونہ ہوتا ہے، جو دلوں پر اپنے گہرے نفوس چھوڑ کر رہتا ہے۔ ہم اللہ کے مقابلے میں کسی کی صفائی پیش نہیں کرتے مگر ہمارا گمان ان بھائیوں کے بارے میں ایسا ہی ہے۔ جھگڑنا تو یہ جانتے ہی نہیں اور بحث و تَحْصِص سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ ان کے دل جہاد کی پکار سن لینے کے بعد اس پر لبیک کہنے میں تاثر نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں تبلیغی جماعت کی بہت سی خوبیوں کا بے حد معترف ہوں۔ ہم اللہ سے امید کرتے ہیں کہ وہ انہیں بعض چھوٹی موٹی کمزوریوں اور خامیوں کا سد باب کرنے کی توفیق دیں۔ ہم اپنے رب سے یہ بھی التجا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بڑے بڑے مجموعوں کو میدانِ جہاد کے شہسوار بنا کر معرکوں میں بھیج دیں۔“

(علاقہ الحوزاء، حجام رضوان حوی شہید کے تذکرے میں شہید عبداللہ عزام کا تبصرہ)

یہ بات شاید کم لوگوں کو معلوم ہو کہ بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاس علیہ الرحمہ خود جہادی فکر کے حامل تھے اور صلیبی غاصبوں کے خلاف اپنے سینے میں ایک شعلہء جوالہ رکھتے تھے۔ حضرت کی سوانحِ عمری جو مولانا علی میاںؒ نے ”حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ اور ان کی دینی دعوت“ کے عنوان سے قلم

بند فرمائی اس میں ایک جگہ ”مجاہدانہ جذبات“ کے زیر عنوان آپؐ کی شخصیت کے اس پہلو کو ان الفاظ میں اُجاگر فرمایا ہے:

”ذکر و اشغال، نوافل و عبادات کے ساتھ شروع سے مجاہدانہ جذبات سینے میں موج زن تھے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اس جذبہ و شوق اور اس عزم و نیت سے آپؐ کی زندگی کا کوئی دور خالی نہیں رہا اسی کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔“

صلیبی ویہودی استبداد کے خلاف ’مولانا الیاسؒ‘ کے اُسی جذبے کو آج پھر سے زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم اللہ والے لوگ ہیں جی اللہ سے ڈرانے نکلے ہیں
اس بُھولی دُوسری خَلقت کو خالق سے ملانے نکلے ہیں

جو اپنی اپنی چاہت کے

بُتِ دِل میں بسائے بیٹھے ہیں

جو ارمانوں کی بھیٹ چڑھے

جو رب کو بھلائے بیٹھے ہیں

بس سیدھی سادی باتوں سے

ان کو سمجھانے نکلے ہیں

ہم اللہ والے لوگ ہیں جی اللہ سے ڈرانے نکلے ہیں
اس بُھولی دُوسری خَلقت کو خالق سے ملانے نکلے ہیں

کلمہ اکثر کو آتا ہے

جو بھی مُسلم کہلاتا ہے

پر ایسا بھی ملتا ہے کوئی
جو خود کو عاجز پاتا ہے
ہم ان ساروں کو کلے کی
عظمت سمجھانے نکلے ہیں

ہم اللہ والے لوگ ہیں جی اللہ سے ڈرانے نکلے ہیں
اس بُھولی بُسری خَلقت کو خالق سے ملانے نکلے ہیں
کچھ جھگڑوں سے سروکار نہیں
بحثیں بھی ہمیں درکار نہیں
ایمان کی دبی چنگاری کو
دل میں بھڑکانے نکلے ہیں
اللہ سے سب کچھ ہونے کا
مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا
اک یقیں بنانے نکلے ہیں
یہ درد بٹانے نکلے ہیں

ہم اللہ والے لوگ ہیں جی اللہ سے ڈرانے نکلے ہیں
اس بُھولی بُسری خَلقت کو خالق سے ملانے نکلے ہیں
اک حرص و ہوس کے طوفان نے
بھائی سے بھائی کاٹا ہے

اہلِ ایماں کی صف کا خَلک
 شیطانِ لعین نے پانا ہے
 تعلیمِ جدید ، اطوار نئے
 مؤمن کی حرمت بھول گئے
 ذلت میں ڈوبی نسلوں کو
 احساس دلانے نکلے ہیں
 اکرامِ مسلم کا جذبہ
 دل میں گرمانے نکلے ہیں

ہم اللہ والے لوگ ہیں جی اللہ سے ڈرانے نکلے ہیں
 اِس بھولی بصری خلقت کو خالق سے ملانے نکلے ہیں

آج آپ کی اِس بستی میں ہم
 کہ جس میں نمازی ہیں کم کم
 اور ساز سنائی دیتے ہیں
 ایماں کی دُہائی دیتے ہیں
 بستی کی ویراں مسجد کی
 آبادی کی کچھ فکر کریں
 دل ذکرِ حق سے شاد کریں
 اللہ کا گھر آباد کریں

اسبابِ غفلت کو چھوڑیں

علم و اعمال سے دل جوڑیں

چھوٹی ہوئی رتی کو پھر سے

ہاتھوں میں تھامنے نکلے ہیں

ہم اللہ والے لوگ ہیں جی اللہ سے ڈرانے نکلے ہیں

اس بھولی دسری خلقت کو خالق سے ملانے نکلے ہیں

پیامِ قندھار!

اہلِ دل دوستو! مُضمحل دوستو! ویدہ ور دوستو! بے جگر دوستو!

کارواں اک رواں ہے بہ سمتِ چناں باندھ لو تم بھی رختِ سفر دوستو!

یہ جوانی کہانی میں ڈھل جائے گی ہاتھ سے کل یہ نوبت نکل جائے گی

اس سے پہلے کہ لینے اُجل آئے گی آؤ کرویں اسے ہم اُعر دوستو!

جگ کی رنگینوں میں تمہیں کھو گئے، فقرِ جاناں سے یک سر تہی ہو گئے

اصلِ 'ونیا' تو 'اونی' ہے بس دوستو! تم تو جنت کے تھے تاج ور دوستو!

مغربی جبر میں یہ گھٹی بندگی، بے وزن، پالوہن، پُرفتنِ زندگی

تھے سُیو فِ محمدؐ کے وارث تمہیں، اپنا توشہ تھا تیغ و تیّر دوستو!

فائدہ ایسے فکر اور فن کا بھلا؟ دشمنِ دین ہے ہاتھوں سے نکلا چلا

رومیوں کے تسلط کا گھونٹو گلا، ہوں کچھ ایجاد ایسے ہنر دوستو!

راز کی بات کہتا ہوں تم سے، سنو! پھر سے تاریخِ بغداد و اُندلس پڑھو

یہ ترقی کسی کام نہ آئے گی، اور ہی کچھ ہے وجہِ ظفر دوستو!

دل میں ترجیحِ عُقی کا اقرار ہو، اتباعِ شریعت پہ اصرار ہو

غیر کے تم تخبہ سے بے زار ہو، یہی مُفسدِ بحر و بر دوستو!

دستِ قاتل میں دونوں ہیں تیغ اور قلم، تم نہتے! اٹھاؤ گے کیسے علم؟
 ہیں ضروری یہ تعلیم و تبلیغ پر، کیسے روکو گے تم حملہ ور؟ دوستو!
 تم سے روٹھیں جو اقدار، پھر خیر کیا؟ ہونہ اُلفت جو لوگوں سے تو سیر کیا؟
 اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنو، آخرت گر ہے پیشِ نظر دوستو!
 جاں فشاں، مہرباں، ہمِ عناں دوستو! با وفا، بے خطر، بہرہ ور دوستو!
 تارِ شب سے نہیں اب مفر دوستو! ہاں تمھیں بس ہو شمس و قمر دوستو!

جیت گئے وہ عشق کی بازی، جانیں گرچہ وار گئے!

جیت گئے وہ عشق کی بازی، جانیں گرچہ وار گئے
ہم ایسے تو پیچھے رہ کر جیتے جی بھی ہار گئے

بات بنے جب حق کی خاطر سرکٹ جائیں، ورنہ تو
دلِ دل میں ہم فاتح بن کر میدان کتنی ہار گئے
پوچھتے ہیں: تم کیوں مقتل کی رہ کو خوش خوش جاتے ہو؟
اُعداء سے بھی پوچھیں تو نا، کیوں چار و نا چار گئے؟

گھائے کے ہیں سوداگر، نہ جاں کی قیمت جان سکے
مفت کے اِس بازار میں ضائع جن کے کاروبار گئے
قحطِ دین و دانش کا یہ دور بھی دیکھا آنکھوں نے
لشکر نے جس رُخ کی ٹھانی، اُس جانب سالار گئے

راہ و رسم تو رکھتے ہیں جی، کون کسی کا نا صح ہے؟
رشتے ناتے تو موجود ہیں اُلفت، چاہت، پیار گئے
وہ بھی دن تھے روضہٴ جنت سے آتی تھی تجھ کو دُعا
بھول نہ جانا کون تری خاطر، جگ سے خوں ہار گئے!

عہد!

دھجیاں اُڑی ہوئی تھیں
سانسیں نہیں تھمی تھیں
خوں بہہ چکا تھا اکثر
نبضیں مگر جری تھیں!
جنت کی کوئی خوش بو
زخموں سے پھوٹی تھی

راوی کا یہ بیاں ہے — سچی یہ داستاں ہے!
تو کیوں نہ پھر مری جاں!
ہم بھی کریں یہ پیماں
رُخسارِ سینہ با نہیں
چمٹا کے ملنم سے
اک عہد حق سے کر لیں
اِس رَہ میں ہم بھی مر لیں!

الْمُلْتَمَزُ؛ ”مَا بَيْنَ الزُّكْنِ وَالْأَبَابِ“ كَمَا زَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ حَدِيثًا مَرْفُوعًا (البحر الرائق شرح كنز
الدقائق)

حدیثِ دل

اندھیری رُت ہے اے چاند تارو! تم اپنا دامن اُجال رکھنا
 نہ ماند ہو پائیں کہکشاں میں، یہ نور ہالے سنبھال رکھنا
 اک اضطرابِ دروں نے ہر سو سکونِ انسانیت ہے چھینا
 بچا کے گوش و نگاہ اپنے، جمعیتِ دل بحال رکھنا
 جدید تعلیم کے یہ فتنے، بھنور ترے بحر میں ہیں کتنے!
 ڈبو نہ دینا سفینۂ دل، خیالی روزِ زوال رکھنا
 خشیتِ حق کلیدِ تیری، کشادہ ہر دو جہاں اسی سے
 سمیٹ کر طاقِ دل میں اپنے، یہ نعمتِ ذوالجلال رکھنا
 تلاش کرنا وہ صحبتیں جو دلوں کی مٹی کو نرم کر دیں
 کہ سنگ و خاشاک چھانٹ دینا، نہ کوئی اس کا ملال رکھنا
 ملے اگر اہلِ دل کی بستی، سنور سکے جس جگہ یہ ہستی
 تو ڈھونڈنا پھر مقامِ احساں، یہی معیارِ کمال رکھنا
 جو میں نے الماس سے یہ پوچھا ہے تیری قسمت میں تاج کیوں کر؟
 کہا کہ رفعت ہے خاکساری میں! پس یہ جاں پامال رکھنا

ہیں عظمتیں بس اُسی کو زیبا، جو مالکِ ہست و بُود ٹھہرا
جو مشیتِ خاکی ہو کیا اُسے پھر غرورِ جاہ و جلال رکھنا
نہ جانے کب مل سکیں گے پھر ہم جدائی کی شام سر پہ آئی
نہیں مجھے رنجِ اپنی جاں کا، بس اپنے دل کا خیال رکھنا

مومن

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((الْمُؤْمِنُ يَأْلَفُ وَيُؤْلَفُ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ
وَلَا خَيْرَ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ))۔

(صحیحہ البانی رحمۃ اللہ علیہ وقال رواہ الدارقطني في "الأفراد" وضياء المقدسي في "المختارة" عن جابر ثم رمز له
السيوطي رحمۃ اللہ علیہ بالصحة)

”مومن اُلفت رکھتا ہے اور اُس سے اُلفت کی جاتی ہے اور اُس بندے میں کوئی بھلائی نہیں
جو لوگوں سے اُلفت نہ رکھے اور لوگ اُس سے اُلفت نہ رکھیں۔ اور لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے
جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ نفع رسان ہو۔“

عقبہ کے لیے لرزاں، پیشی کے لیے ترساں
آشفۃ و سرگرداں، تا منزل جاویداں

موجود بہر میداں، تیار بہر اِمکاں
یہ فخر دل آویزاں، جنت کے لیے خیزاں
دُکھ درد کے ماروں پر رحمت کی ہے یہ برکھا
پُریاس فضاؤں میں، اِک نورِ بہار افزا

شب تاب رہِ رحماں، اِک رشکِ شفق ریزاں
یہ فخر دل آویزاں، جنت کے لیے خیزاں

اصلاح ہدفِ اس کا، نبضوں پہ ہے گف اس کا

ہاں سوزِ محبت ہی ہے گمہرِ صَدَفِ اس کا

ہر دل کا ہے یہ مہماں، ہر اک کا قرائِ جاں

یہ فخرِ دل آویزاں، جنت کے لیے خیزاں

اخلاق میں یہ عالی، کپینے سے جگر خالی

گلشن کا یہی والی، چمپا کی کھلی ڈالی

پت جھڑ میں بہارِ ستاں، دم سازِ مسلماناں

یہ فخرِ دل آویزاں، جنت کے لیے خیزاں

ہر دل پہ ہے راجِ اس کا، اُلفت جو ہے تاجِ اس کا

عالم کی ہے یہ رونقِ ایماں، ہے سراجِ اس کا

ہر صبح کو صُؤ آفشاں، ہر شام مہِ تاباں

یہ فخرِ دل آویزاں، جنت کے لیے خیزاں

دل والو! کچھ حصہ ڈالو شیشہ دل سے جاموں میں

دل والو! کچھ حصہ ڈالو، شیشہ دل سے جاموں میں
قطرہ قطرہ بن جاتا ہے دریا، سچے کاموں میں
آدازیں دینے سے مت ٹھکنا، ان ناداں لوگوں کو
صبح کے بھولے آجائیں گے واپس گھر کو شاموں میں
راہِ حق میں کانٹوں کا شکوہ کیسا؟ اے راہِ رو!
کڑوے بھی تو آ جاتے ہیں نا، میٹھے باداموں میں
لازم ہے کہ ایڑیاں رگڑیں، پیاس بجھائیں یہ تو نہیں
کیا کم ہے شامل ہو جائیں ہم بھی تشنہ کاموں میں
موتی بن، ان مول رہو، پامال رہو پھر مٹی میں
نام تمھارا لکھیں وہ اپنی رہ کے گم ناموں میں
یوسفِ دَوراء بن جاؤ گے، دامنِ صبر کا چھوڑو نہ
پک جاؤ گے ایک نہ اک دن تم بھی اچھے داموں میں
مت ٹھکرانا ایماں کے ناتے، جھوٹی دنیا کے لیے
سچے بندھن کب ملتے ہیں بازاروں، نیلا موم میں

اسمائے حسنیٰ کی مشعلِ دل میں روشن کر لینا
دو عالم کی رونق کا ہے سماں اُن کے ناموں میں

فَإِنَّهُ مِنْهُمْ!

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
أَيُتَنَفَّسُ فِيهِمْ عَذَابُ الْعَرْزَةِ فَإِنَّ الْعَرْزَةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝

(النساء: ۱۳۸-۱۳۹)

”اے پیغمبر! منافقوں یعنی دورے لوگوں کو بشارت سنا دو کہ اُن کے لئے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ اُن کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے۔“

بجہل کے نقیب تم

خیر کے رقیب تم

غیر کے حبیب تم

نور سے بعید تر

نار سے قریب تم

جانبِ صلیب تم

کتنے بد نصیب تم!

مجھے فردوس جانا ہے!

کہا میں نے اے جاں! ٹھہرو

کہا لشکر نکلتا ہے!

کہا اب مان کر بھی دو

کہا نا دل پگھلتا ہے

بس اک وعدہ نبھانا ہے

مجھے فردوس جانا ہے!

کہا لازم ہے کیا جانا؟

کہا قرآن بلاتا ہے

کہا ٹھہرو! — چلے جانا!

کہا طوفان آتا ہے!

سفینے کو بچانا ہے

مجھے فردوس جانا ہے!

کہا اتنے نہ غم جھیلو
کہا آرام واں ہوگا
کہا کچھ دیر دم لے لو
کہا یہ کام واں ہوگا

وہیں موسم سہانا ہے
مجھے فردوس جانا ہے!

کہا نہ چین نہ راحت؟
کہا اُمت بھی ہے ایسی!
کہا یہ فقر کی حالت؟
کہا ہاں، اجنبی جیسی!

یہ وقتی آشیانہ ہے
مجھے فردوس جانا ہے!

کہا فرضِ کفایہ ہے!
کہا کس نے نبھایا ہے؟
کہا مسئلہ پرایا ہے
کہا دشمن سر آیا ہے

تبوک ایسا زمانہ ہے
مجھے فردوس جانا ہے!

کہا ماں باپ کو دیکھو
کہا حق رب کا زیادہ ہے
کہا خوشیاں انھیں بھی دو
کہا یہ ہی ارادہ ہے
انھیں رتبہ دلانا ہے
مجھے فردوس جانا ہے!

کہا تم بے اماں ہو گے
کہا رب کا سہارا ہے
کہا بے خانماں ہو گے
کہا داں گھر ہمارا ہے
اُسے اب جا بسانا ہے!
مجھے فردوس جانا ہے!

شام ڈھل نہ جائے یہ محو خواب ہو رہیں

شام ڈھل نہ جائے یہ محو خواب ہو رہیں

سمتِ آسماں چلیں ، ماہ تاب ہو رہیں

پاس جو ہیں جان و دل ، ہو نہ جائیں مضحل

اُن کی بارگاہ میں باریاب ہو رہیں

راہِ حق میں دھول ہوں ، کاش ہم قبول ہوں

رہ دو جہان کا انتخاب ہو رہیں

فقر کی ہوشان اگر ، حق کا ہو دھیان اگر

تیر و تیغ دشمنان ، آب آب ہو رہیں

بیج ہے گلاب کی ، نہ حریر و پرنیاں

ورنہ میرے ہم عناں بے حساب ہو رہیں

کیوں چمن میں ہر طرف نفرتوں کے خار ہیں

بانٹ کر محبتیں ہم گلاب ہو رہیں

تیری دانشِ زبوں، ہو وہ شعلہٴ دروں
خار و خس یہ فکر و فن، بے کتاب — ہو رہیں

بہرِ حرمتِ نبیؐ، ضرب ایسی ہو تری
اہلِ غرب چیخ اٹھیں، لا جواب ہو رہیں

کس کے منتظر ہیں سب، معجزہ کہ زلزلہ؟
تا وہ دُخترانِ دیں بازیاب ہو رہیں!

ہزار جان سے قرباں میں اُس مسلمان کے

ہزار جان سے قرباں میں اُس مسلمان کے
وہ جس کے ہاتھ میں تلوارِ دل میں قرآن ہے
نہاد میں ہے یہ فرشی 'معیار' میں عرشی
ہمیشہ اِس کی نگہ میں مقامِ احساں ہے
ہو عیش و کوش کی دنیا تو مایہ بے آب
جو زیرِ سایہ 'تلوار' ہو تو فرحاں ہے

نہ جانے کس کی دُعا میں مجھے موصول ہوئیں

نہ جانے کس کی دُعا میں مجھے موصول ہوئیں
نہ جو میں مانگ سکا وہ بھی سب قبول ہوئیں
گھڑا یہ عذر خطاؤں کا مجھ سے بھول ہوئی
جو نیکیاں تھیں مگر، وہ بھی بے اصول ہوئیں
یہ شکر راس نہ آئی مجھے چمن کی فضا
خوشا کہ ڈالیاں بھی آشیاں کی، دھول ہوئیں
یہ مسلمان ہیں بھلا جن کے ہاتھ سے رسوا؟
بناتِ عائشہؓ و حفصہؓ و بتولؓ ہوئیں
قبول ہو گئے پنچھی جو خزاں کی رُت میں
بدل میں اُن کی خطائیں مہکتے پھول ہوئیں

تمھیں تو غم ہمارا ہو

۷ اور ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کی درمیانی رات امریکی ویور پی صلیبی افواج نے امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ کیا۔ تادم تحریر گیارہ سال ہونے کو آئے۔ مسلمانانِ افغانستان غاصب کفار کے خلاف اپنی اس جنگ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

جو تاریخ میں پڑھا تھا وہ ہم نے یہاں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ گھروں میں چولہا جلے نہ جلے جنگ کی بھٹی کو انھوں نے کبھی سرد نہ ہونے دیا اگرچہ اُمت کی طرف سے بہت ہی کم ہاتھ ان کی مدد کے لیے بڑھے۔ یہ وہ اہم ترین فرض عین تھا جو پورے عالم اسلام پر واجب تھا لیکن اللہ گواہ ہے اور پھر واقفانِ حقیقت جانتے ہیں کہ افغانستان کے چھوٹے سے خطے میں جاری یہ ”عالمی جنگ“ جن مہتے اور فاقہ کش غازیوں نے لڑی اُن کی حالتِ زار کیا رہی! ضدالروس جہاد کے بچے کچے اسلحے اور دیسی ساختہ بارودی سرنگوں کے بعد ان کا سب سے بڑا ہتھیار گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان تھے جنھیں یہ شہیدی (فدائی) کہتے ہیں۔

نرم و گداز بستروں پر سونے والے مرمیوں فرشو پہ چلنے والے اور امریکی گولہ بارود کی گھن گرج سے بہت دور پر عیشِ زندگی گزارنے والوں کو کیا معلوم کہ پوری ملت کے سب سے بڑے دفاعی مورچوں میں صبح و شام گزارنے والوں پر کیا یقی! دس ہزار سے زائد تو صرف وہ ہیں جو آج باگرام، پل چرخی اور دیگر زندانوں میں بند ہیں۔

کوئی ہے جو اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ حصہ نکال کر اُس ماں کا تصور ہی کرے جس کے پانچ جوان بیٹے اس جنگ کا ایندھن بنے ان مہاجر بچوں کا سوچے جن کا باپ یورپی نیٹو سے لڑتے لڑتے شہید ہو گیا لیکن یتیموں کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔

اگر اس اُمت کے اہل ثروت اپنے دستِ خوانوں کے بچے کچھ کھڑے ہی نصرتِ جہاد کے لیے بھیج دیتے تو آج نہ صرف افغانستان بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ — چالیس صلیبی افواج کے چنگل سے آزاد ہو چکی ہوتی۔ افغانستان تمام ڈھائی لاکھ امریکی و یورپی میزوفواج کا قبرستان بن چکا ہوتا۔ ایک صلیبی فوجی بھی یہاں سے زندہ واپس نہ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو شاید اُمت کا مزید امتحان مقصود ہے کہ ہماری غفلت کے باعث ہمارے سامنے ہمارے ہاتھوں سے بچ کر یہ کافر ”بمخافت“ افغانستان سے نکلے جا رہے ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اہل دنیا سے تو کیا گلہ اہل دین کے بہت سے طبقات نے بھی ڈیورنڈ لائن کے اُس پار والوں کی کمک تو کیا، نظر اٹھا کر بھی انہیں دیکھنا گوارا نہ کیا کہ ضد الامریکا وہاں لڑنے والے اُن کے ”کتب فکر“ سے متعلق نہ تھے۔ اللہ ہی کو خبر ہے اُن کی جنموں نے اس پوری مدت میں اپنے اموال و جانیں ان مستضعفین کی خاطر کھپا ڈالیں اور ان کی نصرت کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں پر رحم فرمائیں، آمین۔

مرے لوگو!

تمہیں تو غم ہمارا ہو!

تمہارے واسطے ہی تو

سربانوں سے اٹھا کے سر

صلیبوں پر سجائے تھے!

ہمیں تھے جو

خپستانوں سے چُن کر پھول

ویرانوں میں آئے تھے!

زمینیں بانجھ تھیں جب
 خشک سالی کا زمانہ تھا
 ہمارے خون کی برکھا گری تھی
 اشک کے دریا بہائے تھے!
 تمھاری کشتیوں کو تائمیئر اک کنارہ ہو
 ہمیں نے اپنی لاشوں سے
 تمھارے راستوں میں پل بنائے تھے!
 کنارے پر جب اتر و تم
 تمھارے ہاتھ نہ غیروں کے ہاتھ آئیں
 اسی در و محبت میں
 خوشی سے بازوؤں میں
 آہنی حلقے سجائے تھے!
 وہ زنجیروں میں گھٹنے
 بے لہو اُجسام
 گملائے ہوئے چہرے —
 سب اپنی ہی کہانی تھی!
 اسی پر بس نہیں بلکہ
 اُکھڑتی سانس سے پہلے
 تمھاری عزتوں کے نوے لکھنے کے بجائے

گود کے رن میں
 رجز آخر بھلا وہ کس نے گائے تھے؟
 ہماری ہی جوانی تھی!
 جو تم پورے نہ کر پائے
 غنیم سنگ دل سے، معرکوں کے وہ سبھی وعدے
 تمھاری عُمرت و بے چارگی کی لاج رکھنے کو
 کسی نے تو بھائے تھے!
 وہ کس کی جاں فشانی تھی؟
 تمھارے سر سے نہ چادر
 کبھی تقدیس کی اُترے
 اسی خاطر، مری بہنو!
 ستم کیشوں کے بڑھتے سَیل کے آگے
 جو سینے تان کے پُشتے بنائے تھے —
 وہ کس کی پاس بانی تھی؟
 تمھاری ہی حفاظت کے لیے، بھائیو!
 اُکھڑوا کر یہ ناخن
 خندقیں جو کھود پائے تھے
 کوئی تو تھے —
 یہ سب، جن کی محبت کی نشانی تھی!

مرے لوگو!

تمہیں تو غم ہمارا ہو!

مرے لوگو!

ہمیں دیکھو! ہمیں سمجھو! ہمیں جانو!

ہمیں جانچو! ہمیں پرکھو! ہمیں مانو!

ہمیں ہیں وہ

ابھی تک سوچتے ہیں جو

کہ اپنے دین اور ناموس کی خاطر

تمہاری ان جبینوں سے

پسینہ جس جگہ ٹپکے

وہاں پر خوں ہمارا ہو!

مگر اتنا تو کہنے دو

اگر سُننا گوارا ہو —

مرے لوگو!

تمہیں بھی غم ہمارا ہو!

تجھ پہ سب کچھ فدا!

اپنے غم کی دوا، تیری ہر ہر ادا
میرے پیارے نبی! تجھ پہ سب کچھ فدا
تیری حرمت پہ ہو سر جو تن سے جدا
تیری اُلفت کا حق پھر بھی نہ ہو ادا

راحتِ قلب و جاں! ہادی و مُقتدی!

تجھ پہ سب کچھ فدا! تجھ پہ سب کچھ فدا!

عشق تیرا نہ ہو جس کا قبلہ نما
اُس پہ کیسے گھلے پھر سبیلِ ہدیٰ؟
تیرے نقشِ قدم پر چلیں تو ملے
اطمینان و سکینت کی نوری ردا!

راحتِ قلب و جاں! ہادی و مُقتدی!

تجھ پہ سب کچھ فدا! تجھ پہ سب کچھ فدا!

ہیں دعائیں تو سب کی دُرودِ نبیؐ
جن کی برکت سمیٹے یہ عالمِ سدا
پر کہاں یہ صلوة و سلام اور کہاں؟!
”اُمّتی اُمّتی“ کی تریّ اکِ ندا

راحتِ قلب و جاں! ہادی و مُقتدی!
تجھؐ پہ سب کچھ فدا! تجھؐ پہ سب کچھ فدا!

ختمہ

بے سہاروں کو اپنا بنا لیجیے، سایہ عافیت میں بسا لیجیے
 ہم بھٹکتے پھرے روز و شب، ہر طرف، آپ ہادی ہیں رہ پر لگا دیجیے
 یہ نگاہیں زمیں پر بہکتی رہیں، آسمان کی طرف اب لگا دیجیے
 جو نبی جی کی آنکھوں کی ٹھنڈک رہیں، وہ نمازیں ہمیں بھی سکھا دیجیے
 ذکر سے آپ کے ہے تہی یہ زباں، غیر از کلمہ حق بھلا دیجیے
 اہل نسیاں ہیں، اُبنائے آدم ہیں ہم، یاد ہم کو دلاتے رہا کیجیے
 ہم خطا کار ہیں، دل میں رہا رہا، اب، گل معاصی کی نفرت دٹھا دیجیے
 ہو مئی سر فرشتوں کی صحبت ہمیں، خاک یوں میں بھی نوری قبا دیجیے
 راہ بھولے ہوؤں کا سہارا بنیں، درد و احساسِ خیر، الورا، دیجیے
 اہل دل کی دعائیں دلا کر ہمیں، دعوتِ دیں کا خوگر بنا دیجیے
 پھول کی سی بھی نرمی عطا ہو رہے، پیار بندوں سے کرنا سکھا دیجیے
 آپ کی سمت آواز دیتے رہیں، سوزِ دل سے چٹانیں گلا دیجیے
 آپ کے دوستوں سے محبت رہے، اپنے دشمن کا دشمن بنا دیجیے
 بیج پھولوں کی ہو تو دہل جائیں ہم، زخم پر مُسکرانا سکھا دیجیے

نورِ ایماں ملے، فہمِ فُرقتاں ملے، زُور و باطل کی پہچاں سُجھا دیجیے
ہو جو حق، اِن نگاہوں کو حق ہی دیکھے، آنکھ کو ایسا سُرمہ عطا کیجیے

جی بہلتا نہیں اِن بہاروں سے اب، دِل فِگاروں کو مہماں بنا لیجیے
اِس سے پہلے کہ فتنے اُچک لے چلیں، رُوح و رِیحاں میں ہم کو بسا لیجیے
اور کسی سائباں کی تمنا نہیں، زیرِ عرشِ بریں گھر بنا دیجیے
آپ کے پاس آئیں تو مالک ہمیں، کھول کے در، بس اندر بلا لیجیے
آپ کی رحمتوں کے تو قابل نہیں، رحمتوں ہی سے قابل بنا دیجیے
آج اپنا مُقَرَّب بنا کر ہمیں، سر پہ تاجِ شہادت سجا دیجیے

شہید کی وصیت

میں تمام مسلمانوں، اپنے پیارے والدین، معزز بھائیوں، بہنوں، رشتہ داروں، سب دوستوں اور جاننے والوں، مجاہدین اور عام مسلمانوں سے اپنے تمام قصوروں کی معافی کا صدق دل سے خواست گزار ہوں، اللہ کے لیے میری تمام غلطیوں کو معاف فرما دیجئے۔ میں نے بھی تمام کلمہ گو مسلمانوں کی ہر قسم کی حق تلفیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے معاف کیا۔

مسلم جوانوں کو میری یہی وصیت ہے کہ:

۱۔ جید علماء سے پوچھ کر کام کیجئے۔ کبھی بھی اس راہنمائی سے اپنے آپ کو آزاد نہ سمجھئے۔

۲۔ مجاہدین کو میری یہ بھی وصیت ہے کہ قضاویہ اور کیمرے سے، اور جہادی افلام سے ایسے دور رہیے جیسے سانپ سے۔ جاندار اشیاء کی تصویر کی حرمت پر شرع شریف کے احکامات مسلمہ ہیں۔

۳۔ درد و سلام ہو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرد در رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہادی مالم صلی اللہ علیہ وسلم پر، امہات المؤمنین پر، آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر، رضی اللہ عنہم اجمعین و علی من تبعہم الی یوم الدین۔ سلامتی اور رحمتیں ہوں تمام مسلمانوں پر، مجاہدین فی سبیل اللہ پر، قبائل کے غازیوں پر۔ ان دعوتی، تبلیغی جماعتوں، باشرع جہادی قیادتوں، علمائے ربانین، مدارس دینیہ کے اساتذہ پر، جنھوں نے ان نسلوں کو ایمان و عمل کی دعوت سے روشناس کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دے انھیں، جنھوں نے ان کو بے ترتیب معرکوں میں کھپوایا، جن کے بے مہارتوں نے غنیمت اور ڈاکے کی تمیز کو مٹوایا، جنھوں نے مباح الدم اور غیر مباح الدم کے فقہی دروس دینے بغیر جنگجوؤں کو میدان میں جھونکا، جنھوں نے جذبات کو عقل کے تابع، اور عقل کو شریعت کے تابع رکھنے میں ٹھوکر کھائی۔

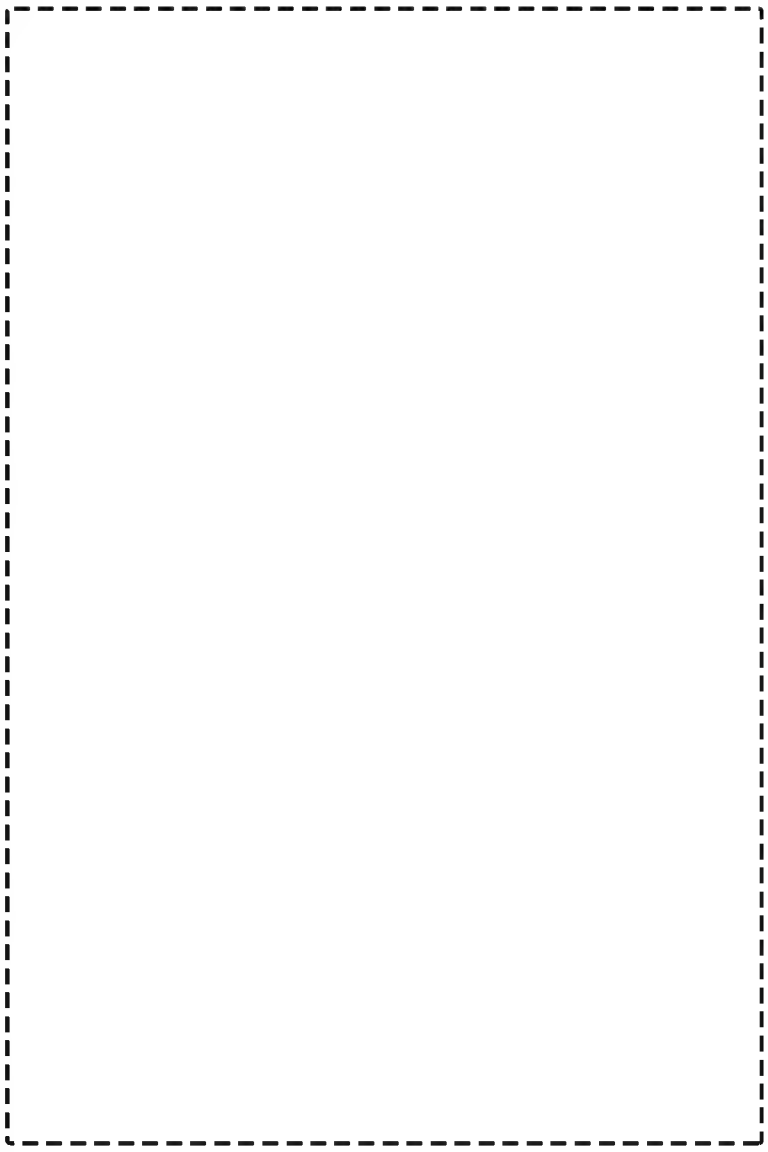
اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائیں۔ اور علمائے حق کو توفیق عطا فرمائیں کہ وہ مجاہدین کی شرعی راہنمائی، تعلیم و تربیت اور تزکیے کے ذریعے سے مجاہدین کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کو شرع متین کا پابند بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائیں۔ آمین!

والسلام

احسن عزیز

یوم حرفہ ۱۴۳۰ھ

بمطابق ۲۶ نومبر ۲۰۰۹ء



تعارف

احسن عزیز شہیدؒ کا تعلق میرپور آزاد کشمیر کے ایک نمایاں دینی گھرانے سے تھا۔ ان کے خاندان نے ۱۹۴۷ء اور ۱۹۶۵ء کے جہاد میں کشمیر کی آزادی اور پاکستان کی بقا و سالمیت کے لیے عظیم خدمات انجام دیں۔ شہید نے نمایاں کامیابیوں کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ دینی احکامات و تعلیمات کے بارے میں ابتدائی تعلیمی دور سے ہی ان کے طرز عمل میں پختگی اور یقین جھلکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۹۰ء میں تحریک جہاد کشمیر کے شروع ہونے پر انھوں نے اپنے آپ کو مجاہدین کی خدمت اور تربیت کے لیے وقف کر دیا۔ انھوں نے مجاہدین کشمیر کی دینی اور اخلاقی تربیت کے لیے ایک جامع نظام تشکیل دیا۔

۲۰۰۱ء میں جب امریکہ نے افغانستان کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا تو ان کا جذبہ جہاد انھیں کشاکش کشاں افغانستان لے گیا۔ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۲ء کی شام، وقت افطار، کھجور ہاتھ میں لیے، اپنی مومنہ صفات اہلیہ کے ہمراہ افغانستان کی سرحد پر ایک فضائی حملے میں اپنی شہادت کے لمحے تک... امت کے عروج کے حسین لمحات کے احیاء کا خواب ان کی آنکھوں میں بسا رہا۔

اس سارے عرصے میں ان کا علمی و ادبی سفر بھی جاری رہا۔ ادارہ ”مبشرات“ کے زیر اہتمام ان کی درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

- 1- میرے ایمان کے ساتھی، تمہارا مجھ سے وعدہ تھا (شعری مجموعہ)
- 2- اجنبی..... کل اور آج
- 3- اک فرض جسے ہم بھول گئے
- 4- محبت فیصلہ کن ہے (شعری مجموعہ)
- 5- تصویر، اک فتنہ عالمگیر

مبشرات